

المورد الروي

فِي الْهَوْلِ الْقَبِيحِ

11-12-2017

برگم : ۱. صورت کلی حکومت و نظامی، اجتماعی، اقتصادی
۲. حکومت و نظامی، اجتماعی، اقتصادی

جمعیت اشاعت الہیہ - درمہ نقدی بازار کراچی 74000

بسم اللہ الرحمن الرحیم الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
پیش لفظ

شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الہاری کی بایں نادر علی و تحقیق
خصیت عالم اسلام و دنیائے علم و فضل میں بہت محبوب و مستحب شخصیت ہے۔ اور اہل
علم میں آپ کی تصانیف مبارکہ بہت اہمیت و بڑی قدر و منزلت رکھتی ہیں اور انہی
مقبول عام و مشہور آثار تصانیف میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر آپ کی
کتاب ”الموود الروی“ ہے۔ جس کی اہل علم و عشاق رسول ﷺ کو بڑی
دست سے تلاش و تفتیشی و الحمد للہ کہ بہت مشکل مراحل سے گزرتے ہوئے بہت عرصہ
تک معرض الزوال میں رہنے اور بڑی محنت و جدوجہد کے بعد یہ عظیم علمی خزانہ و
عشق و محبت کا تحفہ مہر عام پر لایا جا رہا ہے۔ موافق تقابلیہ وسیلہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ
السلام قبول فرمائے۔ اور جن علماء و احباب نے اس سلسلہ میں تعاون و کوشش فرمائی
ہے انہیں بڑا خیر و برکت ہے۔ آمین

اللہ الحمد ہر چیز کے خاطر بخوات
آخر آمد نہیں پر وہ قیہ پڑی
مولانا گل احمد صاحب عتیقی اور بزم رضا کے کئے ارکان محمد عبد اللہ صاحب
بریلوی اور محمد افضل صاحب بالخصوص قابل ذکر و مستحق دعا ہیں اس لئے کہ مولانا
موصوف نے الموود الروی کی ترجمانی کا بہت اہم کام سر انجام دیا اور بزم رضا کے
ارکان نے اسے پہلی بار مہر عام پر لانے کے لئے بڑی تگ و دو اور جدوجہد فرمائی۔

طالب دعا
خادم المہنت الفقیر ابو داؤد محمد صادق
زینت المساجد مگر الوالد

نوٹ : جمعیت اشاعت المہنت اس بار و نایاب کتاب کو اپنے سلسلہ منت اشاعت کی 48 ویں
کڑی کے طور پر شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ
اپنے حبیب کریم ﷺ کے مدد و فضل جمعیت کی اس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور
اس کتاب کو نافع ہر خاص و عام فرمائے ”آمین“ (جمعیت اشاعت المہنت)

الموود الروی فی الموود النبوی

حضرت علامہ مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد گل احمد عتیقی مدظلہ عالی

۷۲ صفحہ

۱۰۰۰

اگست ۱۹۹۶ء

دعائے خیر خیر معاہدین

نام کتاب

مصنف

مترجم

صفحات

تعداد

سن اشاعت

حدید

برائے مرثانی بیرون جات کے حضرات تین روپے کے ڈاک ٹکٹ ضرور روانہ کریں

☆ ☆ ناشر ☆ ☆

جمعیت اشاعت المہنت

نور مسجد شہادہ کراچی پاکستان

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مؤلف ”المورد الروی“ کے مختصر حالات زندگی

حضرت ملا علی بن محمد سلطان ہروی نزیل مکہ جو قاری، فنی کے نام سے مشہور ہیں، کا شمار جید اور یکساں روزگار علماء میں سے ہوتا ہے۔ آپ تحقیق اور حل عبارات میں مہارت تملہ رکھتے تھے آپ کی مزید تعریف کے لئے آپ کی شہرت ہی کافی ہے۔

جائے پیدائش : آپ ہرات میں پیدا ہوئے پھر مکہ شریف لے گئے اور وہیں سکونت پذیر ہوئے اور آپ نے استاذ ابوالحسن بکری، سید زکریا حسین شہاب احمد بن حجر العسقلانی شیخ احمد مصری شاکر رشید قاضی زکریا شیخ عبداللہ سندوی علامہ قطب الدین مکی وغیرہم جیسے مستبحر علماء سے علم حاصل کیا۔

آپ کے علم و فضل کا بڑا چمچا تھا اور علماء میں آپ کے علم و فضل کی دھماک جیسی ہوتی تھی۔ آپ نے بے شمار بلند پایہ کتابیں تالیف فرمائیں جو نکات اور فوائد سے لبریز ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ کتب درج ذیل ہیں۔

(۱) مرآۃ شرح مشکوٰۃ آپ کی سب سے بڑی اور ضخیم کتاب ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح شفاء (۳) شرح فاشل (۴) شرح نخبۃ الفکر (۵) شرح شاطبی۔

(۶) شرح حسن صنین (۷) ناموس جنین قاسوس (۸) الاثمار الجنبۃ فی اراء الحنفیہ (۹) شرح ثلاثیات بخاری (۱۰) ”حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی

کی سوانح حیات“ ”نہضۃ المظاہر الفارسیہ“ (۱۱) المورد الروی فی الولد النبوی ﷺ

تاریخ وقات : آپ کی وفات شوال الحکم سن ۸۳۳ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
”المورد الروی“

اس نور احمدی اور ضیاء محمدی (ﷺ) کے روشن اور منور کرنے پر جن کا تعریف کائنات عالم میں محمود (تعریف کیا ہوا) سے کی جاتی ہے اور عرب و عجم کو دہکا

❀ نذر ❀

میں اس سعی کو والدہ محترمہ جن کی پیرائے سالی کی دعائیں

میرے شامل حال رہیں۔ نیز اپنے محسن بھائیوں راجہ فیض

زمان خان، راجہ محمد یوسف، راجہ عبداللہ یوم خان، راجہ مولانا

نعمت اللہ خان ضیائی، راجہ علی احمد خان اور راجہ محمد افرایم

خان کی نذر کرتا ہوں جو زمانہ تعلیم سے اب تک میرا انطالق و

مالی تعاون کرتے رہے جس کی وجہ سے میں بکثرت سے خدمت

دین میں مصروف ہوں

مگر قبول اللہ ذہبے عز و شرف

محمد گل احمد عتیقی مترجم ”المورد الروی“

دیکھتے اور قسم قسم کی فوازشوں کے احسان کرنے اور تمام لوگوں کی طرف ہدایت، فوازش اور رحمت و راحت پہنچنے پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں وہی رحیم و دود ہے جس نے نہایت اچھے وقت اس یگانہ کو پیدا فرمایا اور وہ باعظمت مہینہ ربیع الاول کا مہینہ ہے۔

(ربیع الاول) اور اللہ تعالیٰ نے اس مقدس ماہ کو شرف و کرم سے نوازا اسے بہترین مقرب اور پسندیدہ بنایا۔ تو کسی اہل دل نے ربیع الاول شریف کی عظمت و شرف سے متاثر ہو کر کتنے عمدہ اشعار کہے ہیں۔

لہذا الشہر فی الاسلام فضل و مستقب تلوق علی الشہور لعلودہ باسم و معنی و لغت بہون لدی الشہور ربیع فی ربیع و نور لوق نور لوق نور

اس (ربیع الاول شریف) مہینہ کی اسلام میں بڑی فعالیت اور مرتبہ ہے جس کی وجہ سے اسے دوسرے مہینوں پر فوقیت ہے اور ایسا کچھ جس کی وجہ سے نام اور حقیقت اور نشانات اس کی تشریف آوری کے وقت نمود پذیر ہو گئے۔ ربیع الاول میں ہمارے ہمارے اور نور بر نور بر نور ہے۔

قرآن عظیم اور فرکان حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لقد جئکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حرص علیکم بالمومنین ونوف وحم (پ ۵، آیت نمبر ۴۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشتق میں پڑا کر اس ہے تمہاری بھائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ (رسول کے تشریف لانے کی خبر پر حصول انوار پر مشتمل ہے تو اسے قسم مقدس (اللہ) سے شروع کرنے اور اسے حرف حقیق (حق) کے (موکد) بندہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا لوگوں کی طرف تشریف لانا حمایت الہی کی علامات اور توشیح خداوندی کے نشانات سے ہے اور چنانچہ میں "کم" مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے لیکن صرف فرق اتنا ہے کہ آپ پر بیزار گدووں کے لئے پانی اور راہنما ہیں اور کافروں پر ہمت چھوے دیئے تل کا پانی، انہیں کے لئے پانی اور (کافروں) بے گانوں کے لئے خون تھا (بطحیوں کے لئے بوقت نزول عذاب ہے پانی خون بن گیا تھا اور اسرائیلیوں کے لئے پانی رہا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لہذا یاتکم منی ہدی لمن تبع ہدی فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کذبوا وکذبوا بہنا اولئک اصحاب النار ہم فیہا یدخلون (پارہ اول، ع ۳، آیت ۳۸)

ترجمہ: اگرچہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہو اسے نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے تو وہ دوزخ والے ہیں ان کو بیشک اس میں رہنا ہے۔ اس ارشاد سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کی تشریف آوری وعدہ کے پیش نظر ہے۔ نیز اس ارشاد خداوندی کا متفق یہ بھی ہے کہ اسے لوگو! آپ کی تشریف آوری تمہارا مقصود و مطلوب ہے۔

تو ماہ یاتکم میں رسول کی آمد اور آپ کی مقبول تشریف آوری کو ان شرطیہ کے بعد ما زائدہ کا اضافہ کر کے اسے منکود اور بندہ کرنا اس بات کی کمال دلیل مکمل اور عام نشانی ہے کہ کسی رسول کا بھیجا اللہ سبحانہ کے وعدہ واجب نہیں ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے اور اپنے بندوں پر اپنے فضل و کرم کے پیش نظر رسول بھیجا ہے۔ نیز اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اگر ہم محمد ﷺ کو تمہاری طرف نہ بھی بھیجے تو اس سے آپ کا مرتبہ کم نہ ہوتا نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ آپ (ﷺ) ہمارے مقرب اور ہمارے ہاں بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے اپنی مرضی سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے (بلکہ ہمارے بھیجنے سے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں)

کہیں کہ ان (محمد ﷺ) کو جو ہمارا قرب حاصل ہے اور ہماری بارگاہ میں ان کی جو پڑائی اور مقام ہے اس کی وجہ سے وہ تمہاری طرف تشریف لا کر اور مخلوق کی طرف متوجہ ہو کر وہ ہماری بارگاہ سے دوری نہیں چاہتے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ کیا نام کا ایک آدمی جو حضرت محمود غزنوی (رحمۃ اللہ علیہما) کے خاص الخاص خادم میں سے تھا جب بھی اس کے مالک اور بادشاہ نے اسے بڑے بڑے عہدوں کی پیشکش کی تو اس نے اپنے بادشاہ کے دربار کی حاضری کو ترجیح دیتے ہوئے بار بار اس پیشکش کو قبول کرنے سے مندرت کر لی۔

ایک مرتبہ اور خادم خاص اپنے مالک کی بارگاہ کی حاضری پر جیز کو تیار کر دیتے ہیں تو سرور کائنات ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے خاص العباد میں سے ہیں آپ بارگاہ خداوندی کو از خود چھوڑ کر تمہارے پاس کیے تشریف لاتے۔ "حرمین حقیقیہ"!

لیکن رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ محمود و ایاز کے معاملہ سے بالکل مختلف ہے کیوں کہ آپ ﷺ تمام فی رضاء اللہ ہیں اس لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء و چاہت ہے وہی آپ کی رضاء و چاہت ہے اس لئے چاہت و رضاء خداوندی کو اپناتے ہوئے آپ بارگاہ خداوندی سے حسب ارشاد خداوندی ہمارے پاس تشریف لائے مراد اور مرید کے بارے میں آپ کو معلوم ہی ہے کہ مراد مرید کے ارادہ کے تابع اور مطابق ہی ہوتی ہے تو جب حضور سرور کونین ﷺ مراد خداوندی ہیں تو اس لئے آپ ارادہ خداوندی کے تابع ہیں ارادہ خداوندی تھا کہ آپ ہم میں تشریف لے آئیں تو ارادہ کے مطابق آپ تشریف لے آئے

کسی شاعر نے مرید و مراد کی ترجمانی کتنے حسین اور اچھوتے انداز میں کی ہے۔

ایرد وصلہ و یرید ہجری فالتو ک ما یوید لما یرید
میں اپنے محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور وہ جدائی تو میں نے اپنی چاہت کو محبوب کی چاہت پر قربان کر دیا۔

ارباب حال میں سے یہ (مرید کی مراد بن جانا) ان بالکل لوگوں کا مرتبہ و مقام ہے جو تجلیات جلالی و جلالی کے جامع ہیں اور دنیا سے کٹ کر مرید کی مراد میں داخل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے ایک بزرگ ابو یزید سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ میری چاہت یہی ہے کہ مجھ نہ چاہوں تو اسباب تحقیق و تحقیق میں سے صوفیائے کرام کی باتوں میں تحقیق دینے والوں میں سے کسی نے کہا ہے کہ بلند مقام صوفیاء کے نزدیک یہ بھی ارادہ اور چاہت ہی ہے کیوں کہ کسی چیز کے نہ کرنے کی چاہت و ارادہ مقام کی زیادتی کی دلیل ہے کیوں کہ یہ مراد مرید میں قائم ہونے کے مقام اور میدان قضاء میں تسلیم و رضا کی حالت کی طرف اشارہ ہے (جیسے کہا جاتا ہے رضا یا قضاء یا مرضی مولا ازہرہ اولی)

اور پھر لفظ رسول پر جو توجہ ہے یہ توہین تقسیم ہے جو آپ کی عظمت شان کی نشان دہی کرتی ہے اب گویا کہ ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہوا۔

عظمت رسول کی دلیل (ﷺ)۔

کہ اے معززین عزت والا رسول عزت والے رب کی طرف سے ہمارے پاس عزت والی کتاب لایا۔ اس میں خوشی، بانگات اور جنت فیم کی دعوت اور تکبر اللہ

کرم کی زیارت کی شہادت اور دوزخ کے کھولنے پانی اور عذاب سے ڈراوا رہے ہیں جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

نہی جلتی فی قاتل الخویر الرحیم

ترجمہ: خیرود میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں جیسے والا مرلوان۔

وفی علیٰ هو العذاب الالیم

اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے (بارہ نمبر ۳، رکوع نمبر ۴، آیت نمبر ۴۹)

*** میثاق ***

پھر انبیائے کرام اور رسول عظام (علیم الصلوٰۃ والسلام) سے اس ہی آخر الزمان علیہ السلام کے بارے میں میثاق لینا بھی آپ کی عظمت شان کی دلیل ہے میثاق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے احوال سے یہ عہد لیا کہ تم میں سے جو بھی منصب رسالت و نبوت پر فائز ہو تو اگر اسی دوران ہی آخر الزمان کی بشت کا وقت آجائے تو وہ اپنی عظمت شان اور جلالت مقام کے بلخود آپ پر ایمان لے آئے آپ کی مدد کرے اور آپ کے کمال کا اعتراف کرے۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

ولما أخذ اللہ ميثاق النبی لما اتیکم من کتاب وحکمہ ثم جاکم رسول مصدق لما بعکم لیسبقن بہ ولتؤمننہ (بارہ نمبر ۴، رکوع ۱۱، آیت نمبر ۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت اور پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تم فرماؤ یہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کر۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس ارشاد خداوندی میں اسی میثاق کا بیان ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے خود اپنے بلند مقام کی طرف راہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا۔

لو کلن موسیٰ حالاً و سدا لاتباعی

اگر موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

نیز نبی کریم ﷺ نے ایک اور ارشاد میں اس سے بھی بلند مقام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ارشاد نبوی ہے۔

لقد ومن دونہ تحت لوائی یوم القیامت

کہ حضرت آدم اور ان کے علاوہ جتنے ہوں گے سب میرے جہنم سے بچے ہوں گے عظیم السلام۔ تو پھر گویا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ لوگو یاد رکھو آپ ﷺ بطور نوری کی بنا پر صرف قالب صورت (یعنی ظاہری جسم) کے لحاظ سے ہمارے پاس آئے ہیں ورنہ قلب حضور کے لحاظ سے تو ہمارے پاس ہی ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہماری بارگاہ میں موجود ہیں اور ہم بھر دور نہیں ہوتے تو آپ جمع البحرین ہیں ہمارے پاس عارضی طور پر آئے اور ہمیشہ ہمارے قریب ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں اور ہمارے پاس آئے والے ہیں۔ ہمارے پاس فرشتے ہیں ہمارے ہاں عرش ہیں باوجود ایں ہمہ وہ دربار ہی ان کا مرقع ہے چاہے کچھ دوری ہوگی۔

جیسا کہ پیغام پیمبرا کی حصول مقصد کے بعد قاصد اور قاصد بھیجنے والے کا معاملہ ہوتا ہے (یعنی جس طرح اگرچہ قاصد کو کچھ دوری تو ہوتی ہے مگر حصول مقصد کے بعد وہ بھیجنے والے کے پاس ہی پہنچتا ہے تو اسی طرح نبی مکرم اگرچہ ظاہری لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کچھ دور ہیں مگر بالآخر جہانی و روحانی لحاظ سے آپ کی اس بارگاہ میں حضوری ہوگی محترم حقیقی) تو اس میں خوشی کی غم کے ساتھ آمیزش ہے جیسے دنیا کی تمام نعمتوں کا مضابطہ ہے کہ بطور ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد فرماتا۔

اور یہ بھی تو عجیب بات ہے کہ یہ دو قسم 'خوشی' ایک موسم میں ایک ہی بہار میں برابر برابر واقع ہوتے ہیں جیسے کہ گلاب تاربخ کا اتفاق ہے کہ حضرت یحیٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی بھی مقام سرف میں ہوئی وہیں ان سے آپ کی رفاقت ہوئی اور انہیں شادی کی مبارک دی اور اسی جگہ ان کا وصال ہوا وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ اور اسی جگہ ان کی تعزیت کی گئی تو اللہ ہی کی ذات پاک ہے جو ہمیشہ زندہ ہے نہ اس پر موت ہے اور نہ فنا نہ زوال اور نہ فقیر اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے تمام خواہشیں ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھا اور ہمیں اس محمد ﷺ کی امت سے بنایا کہ انبیاء کرام عظیم السلام بھی آپ کے امتی ہونے کے حقیقی ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریف آوری تمام نعمت اور نجات، اکرام ہے۔

تو دنیا میں تشریف لائے اور دنیا سے تشریف لے جانے پر آپ ﷺ کا اقبال و استقبال ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دو عظیم نعمتوں کے حصول (آپ کی دنیا میں تشریف آوری بھی نعمت ہے اور بارگاہ خداوندی میں واپسی بھی نعمت ہے) اور دو بلند مرتبہ مقاموں کو جمع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں

مقاموں کے شرف 'کرم' دہے اور عقلمندی میں اضافہ فرمائے کیوں کہ آپ کی پیدائش دارالامن کہ اور مدفن معظم مدینہ مکینہ میں ہے اس کے باشندوں پر افضل درود اور اکمل سلام۔

ہر ایک کے حصہ میں وہی آیا جس کا وہ اہل تھا۔۔۔۔۔

مولود اور مولود کی جائے پیدائش کی زیارت میسر و حاصل ہونے کی وجہ سے ہر کسی نے اپنے طور پر اچھائی کا مظاہرہ کیا (کسی نے کھانا کھلا کر کسی نے پانی پلا کر اور کسی نے ضرورت مند کو لباس پہنا کر اور انھیں ایسا کرنے سے) انتہائی کامیابی اور نہایت مقصود حاصل ہوا۔

ہمارے مشائخ کے پیشوا امام علامہ فہامہ بہت بڑے عالم شمس الدین محمد ستادی اللہ تعالیٰ انھیں بلند مقام پر پہنچائے فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جسے کسی سال مقام مولد (شریف) تک رسائی کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے اور جو ان خاص خاص برکتوں کی معرفت سے بھی لطف اندوز ہوا جو مولد (شریف) میں پائی جاتی ہیں مولد متین (کہ کرم) میں پائش کی وجہ سے مجھے بار بار مولد کی زیارت ہوتی رہی۔ اس مقام کی فضیلت و عقلمندی و رحمت کے پیش نظر میرا فکر تصور حیرت میں گم ہو کر رہ گیا۔

قرآن فہمہ، فاضلہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں محفل میلاد شریف کے عمل کا اصل سلف الصالحین میں سے کسی سے معقول نہیں اپنی موجودہ اہتمام رحمت کے ساتھ۔ ورنہ ذکر ولادت کی اصل و فرحت تو شروع سے موجود ہے)!

البتہ اس کے بعد مقاصد حد غلوں نیت اور الہیت کی وجہ سے اس پر عمل شروع ہوا اور پھر تو مسلمان ہمیشہ ہی تمام اطراف اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ (شرف کرم کے پیدائش کے مبارک موقع پر محافل میلاد منانے لگ گئے قسم قسم کے کھانوں رنگ اور پودا دسرخان بنائے جاتے اور اس مقدس ماہ کی راتوں میں مختلف قسم کے خیرات و صدقات کئے جاتے اور لوگ مسرتوں کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں اضافہ کر دیتے بلکہ مولود کرم دینے میں بڑی کوشش کرتے۔ اور یہ تجربہ ہے کہ ثابت ہے کہ جس جگہ میلاد ہوا وہاں کے لوگوں پر اس کے برکت سے ہر فضل عظیم و عیم کا بطور ہوا۔

جیسے کہ امام شمس الدین ابن الجزری الحنفی مقرب کا ارشاد ہے کہ محفل میلاد کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ محفل میلاد کرانے والے کے

لے وہ سال امن و سلامتی کا پتہ پڑتا ہے اور محفل میلاد کرانے والا جس کا حلالی ہوتا ہے اور اس کا جو قصہ ہوتا ہے محفل میلاد اس کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے۔ مصر اور شام والوں پر محفل میلاد کی وجہ سے بہت محبت ہے اور ایک باحکمت سال میں اسی میلاد مبارک کی رات کو مصر کے بادشاہ نے بیباک مہتمم حاصل کیا۔ میں سن ۱۵۵۷ء میں میلاد شریف کی رات جبل علیہ کے قلعہ میں سلطان شاہ مصر رحمت اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے وہاں جو خطر دیکھا اس سے مجھے حیرت و سرمت محسوس ہوئی۔ اور عوام کی بھٹی بائیں بائیں ناگوار گزری۔

اس رات میلاد خرابی اور حاضرین میں سے واعظین، شعراء اور دیگر ترکوں مظاہرین اور خدام پر جو خرچ ہوا میں نے اسے عقیدہ کر لیا، وہ بڑا جھٹکا غافل سونا قیمتی لباس کھانے مشروبات، خوشبوئیں، مہم تیار علاوہ ازیں دیگر خود و نوش کی بر کسے والی چیزیں اور نہایت خوش آواز گاروں کی چٹیں جماعتیں تیار کی گئیں اور ان میں سے ہر ایک کاری کو بادشاہ، امراء اور مہمزیں سے میں میں قیمتی جوڑے ملے۔

علامہ شاہی فرماتے ہیں کہ مصر کے بادشاہ حرمین شریفین کے خاندان جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مہکرات اور برائیوں کے خاتمہ اور مہمانوں کی ترقی عطا فرمائی اور وہ رعیت کو اپنی اولاد سمجھتے تھے اور عدل و انصاف میں انھیں کافی شہرت حاصل تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فکر و مدد کے ساتھ ان کی حاجت روانی فرمائی ان میں سید شہید صدق ابو عیسیٰ جیسی جوان بہت بادشاہ تھے۔ جب یہ بادشاہ حرمین اور ہونا چاہتے تو محفل میلاد کو باعث فتح سمجھ کر جمل پڑتے اور آپ جہن بھیجے کہ جیسی کے نفاذ میں قوام کی تھیں سے نفاذ جماعتیں گل پڑتیں۔ ہر قسم کے ذکر جمل میں مصروف رہتیں جس کی وجہ سے پوری طویل و عریض صحت سر ہوئی۔ (یہ قراء حضور علیہ السلام کے فضائل و خلد بیان کرتے رہتے اور یہی محفل میلاد ہے)

اسی طرح اندلس اور مغرب کے بادشاہ بھی محفل میلاد منفقہ کرتے اور اس کے لئے ایک رات حشر کر لیتے جس میں دو گھوڑوں پر سوار گل پڑتے اور جید علما کے کرام کو انکار کر لیتے اور جو بھی جس جگہ سے گذر آتو وہ کفار میں گھر ایمان بلند کرتے۔

دوم میں محفل میلاد

اور میرا خیال ہے کہ دوسرے بادشاہوں کی روش کے پیش نظر اہل دوم بھی اس

ہند میں محفل میلاد

اور مجھے کچھ ناقلین اور مورخین سے معلوم ہوا ہے اہل ہند تو اس سلسلہ میں دوسروں سے بہت آگے ہیں۔

عجمیوں میں محفل میلاد

اور جہاں تک عجمیوں کا تعلق ہے میری دانست کے مطابق جب یہ معظم باد اور کرم وقت آتا ہے تو بڑی بڑی محفلیں منفقہ ہوتی ہیں اور ہر خاص و عام و فقراء کرام کے لئے رنگ رنگ کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ختم پڑے جاتے ہیں لگا تار تلاوتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بڑے بڑے معیاری قہیدے پڑے جاتے ہیں اور ہر قسم کی نیکی و خیرات کی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے سرور و خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اور یہی نہیں بلکہ کچھ بڑی عورتیں تو سوت کات کر اور بتوا کر محفلیں منفقہ کرتے کے لئے کمر بستہ پاندہتیں اور اس میں بزرگوں اور بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دے کر جمع کرتی ہیں اور محفل میلاد کے دن حدود بحر خضانتی کرتی ہیں۔ علامہ شافعی مولد معظم اور پیکار کرم کی جس قدر تقسیم کرتے اس کا اعزاز اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اس امید کے پیش نظر اس جگہ حاضر ہونے کا انکار نہ کرے تاکہ اس محفل کا نور و سرور حاصل ہو۔

شیخ المشائخ مولانا ذہب الدین محمود بھائی نقشبندی کا واقعہ تو بڑا مشہور ہے کہ جب سلطان ذہب خانقاہ دوران ہماون بادشاہ (اللہ اعلم فیہ) رحلت کرے اور بہترین جگہ عیانت فرمائے نے حضرت شیخ کی زیارت کرنی چاہی تاکہ بادشاہ کو اس زیارت کی وجہ سے مدد و امداد حاصل ہو (اس سے معلوم ہوا کہ پرانے بادشاہ امداد کے لئے بزرگوں کے پاس حاضر ہوتے اسی پر ان کی کامیابی کا مدار تھا)

تو شیخ نے ملاقات سے انکار کر دیا اور اللہ کے فضل سے بادشاہوں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو اپنے پاس آنے سے بھی روک دیا تو بادشاہ نے اپنے وزیر پر ام خاں سے امراد کیا کہ کسی جگہ اکٹھے ہونے کی کوئی صورت نکالی جائے چاہے مختصر سے وقت میں ہی شرکت نہ ہو۔ اور وزیر نے یہ بنا ہوا تھا کہ یہ بزرگ کسی علمی و خوشی کی محفل میں شرکت نہیں کرتے ہاں البتہ جہاں محفل میلاد (اللہ اعلم فیہ) ہو تو وہاں اس کی تقسیم کی خاطر حاضر ہو جاتے ہیں۔ جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

میں کہتا ہوں کہ ابتداء یہود کی دلجوئی کے لئے ان کی موافقت فرمائی اور بعد میں مخالفت کی صورت میں وضاحت فرمائی شیخ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا

اہل مینہ اللہ انھیں دن و گنی رات چکنی ترقی دے وہ اب بھی محفل میلاد کرتے

کہ کسی احسان و نعمت کے عطا کرنے اور کسی معیبت کے مٹ جانے کی وجہ سے کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا جائے اور جب سال بے سال پھر وہ دن آئے تو اس میں ایسے ہی شکر یہ ادا کیا جائے اور اللہ کا شکر یہ مختلف عبادتوں سے حاصل ہوتا ہے مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن پاک سے اور اس نبی رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت سے بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔

(مؤلف فرماتے ہیں) میں کتابوں کے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لفظ جانکم و رسول میں آپ کے نعمت عقلی ہونے کی راہنمائی ہے اور آپ کی شریف گوری کے مخصوص وقت کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں لہذا مناسب یہی ہے کہ محفل میلاد کے سلسلہ میں انہی چیزوں پر اختصار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے شکر یہ کا اظہار معلوم ہو۔ جیسے مذکورہ بالا اشیاء بنی سابع اور ہوں میں تفصیل ہے اگر یہ مباح ہوں اور اس دن کی مناسبت کی وجہ سے ان سے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہو تو محفل میلاد شریف میں ایکی چیزوں کے ارتکاب میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر سماع و لہو حرمت و کراہت پر مشتمل ہوں تو ان سے منع کیا جائے۔ اسی طرح جن چیزوں کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو ان کی اجازت نہیں بلکہ رجح الاول شریف کے تمام دلوں اور راتوں میں محفل میلاد مناسبت محسن اور پندہ بات ہے جیسے کہ ابن جراح نے منقول ہو کر ہم تک پہنچی کہ جب زاہد امام مصر ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمن ابن ابراہیم بن جراح مدینہ منورہ میں تھے (اس کے باشندوں پر افضل درود اور اکمل سلام ہو) تو آپ ولادت نبوی کے موقع پر کھانا تیار کرواتے اور لوگوں کو کھاتے اور فرمایا کرتے کاش کہ اگر مجھے وسعت رزق ہوتی تو میں اس تمام ماہ مبارک میں ہر روز محفل میلاد منعقد کرتا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں کتابوں کے میں غلطی ضیافت سے عاجز ہوں اس لئے میں نے یہ چند اوراق لکھ دیے ہیں تاکہ یہ حقیقی و معنوی نوری ضیافت ہو جائے جو بیشہ صفات و ہر پر رہے اور کسی ماہ و سال سے محض نہ ہو میں نے اس کا نام المورد الرئی فی المولد الہی رکھا۔ مؤلف فرماتے ہیں جہاں تک پڑھنے کا تعلق ہے تو مناسب یہی ہے کہ اس سلسلہ میں اہم حدیث کی تصانیف کی ان روایات پر اختصار کیا جائے جو صرف اسی میلاد کے موضوع پر لکھی گئی ہیں مثلاً المورد الہی (کتاب کا نام ہے) کہ روایات یا ان تصانیف کی روایات پر جو اس میلاد کے موضوع کے لئے مخصوص نہیں مگر ان میں شرف میلاد پاک کی روایات کا تذکرہ ہے۔ جیسے امام بیہقی کی تعریف و لا اکل ثبوت کی روایات اور ابن رجب کی تعریف

لطائف العارف کی روایات بیان کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور محفل میلاد پاک میں ان روایات کی پابندی اسی لئے ہے کہ اکثر واعظین کے پاس جمعونی اور من گھڑت روایات ہیں بلکہ واعظین تو بیشہ ہی نہایت شیخ اور غلط روایات بنا بنا کر بیان کرتے رہتے ہیں جنہیں بیان کرنا اور سننا جائز نہیں بلکہ اگر سامعین میں سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ یہ روایات غلط ہے تو اس کا انکار اور تکذیب ضروری ہے۔ محفل میلاد پاک میں من گھڑت روایات کو ترک کرنا ضروری ہے کیوں کہ ایسی روایات سے میلاد پاک بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان روایات کے بجائے تلاوت قرآن پاک کھانا کھانا، صدقہ و خیرات کرنا، ایسے اشعار پڑھ لینا جس میں آپ کے خاں ہوں نیز ایسے اشعار پڑھ لینا جو زند و تقویٰ کی نشاندہی کرتے ہوں جن سے اچھے کام اور عمل آخرت کا جذبہ پیدا ہو سکی کائی ہے اور نبی کریم ﷺ پر درود سلام پڑھ لینا کریں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لفظ جانکم و رسول من القسکم میں یا تو مستقبل کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ کے کمال کا زمانہ آچکے اور آپ کے عبور کا وقت آجائے یا آپ ﷺ کے اس ارشاد کنت نبیا وادم بن العلاء و الطین کی طرف اشارہ ہے۔ و رسول من القسکم کا معنی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسا عقیم آدمی آجائے جو نبوت و رسالت کی وصف سے موصوف ہے اور عظمت و جلالت کی نسبت سے منکوت ہے۔

بعض حفاظ حدیث نے مذکورہ حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ انھیں ان الفاظ کے ساتھ حدیث میں لی لیکن طرق صحیحہ سے اس معنی میں امر یقینی اور حاکم سے مروی ہے۔ عباس بن ساریہ صحیح سند کے ساتھ بھی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے منکوب عند اللہ خاتم النبیین وان اہم لمجید فی طہتہ کہ میں اس وقت بھی اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی اپنے خیر میں تھے یعنی وہ گوندھی ہوئی مٹی جو درج پھونکنے سے پہلے زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

(۴) اور ان طرق صحیحہ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ امیر نے روایت کیا اور امام بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں ذکر کیا اور ابو نعیم نے علیہ میں اور حاکم نے اسے میرۃ العقبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح قرار دیا۔ میرۃ العقبی فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (متی کنت نبیا کہ آپ کب سے نبی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وادم بن الروح والجسد اس وقت سے جب آدم علیہ السلام روح و

جسم میں تھے اور ایسے بھی روایت ہے کتب ہلکتہ کے میں کثرت سے لکھا جاچکا تھا۔

(۳) نیز طرق صحیحہ سے تفسیر میں ہے امام ترمذی نے طے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن قرار دیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایات کیا کہ آپ پر نبوت کب واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا و ادم بین الروح والجسد کہ ابھی آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان سے نیز ایک حدیث میں آیا ہے انا اول الانبیاء خلفا و اخرهم بعثا کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخر۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ان اللہ کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السموات والارض یخمسین الف سنة وکان عرشہ علی الماء کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر خلق کو لکھ دیا تھا اور وقت عرش الہی پانی پر تھا۔ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں مذکور چیزوں میں یہ بھی مذکور تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی نسبت مانگہ مقربین پر ظاہر ہو چکی تھی اور آپ کے شرف تقسیم کے اظہار کے لئے آپ کی روح مقام علین کی پلیدی پر متکثر ہو چکی تھی اور آپ کو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے ممتاز کر دیا گیا تھا۔

اور پھر اس اظہار کو آدم علیہ السلام کے روح و جسم میں ہونے کی حالت کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ یہ ارواح کا عالم اجسام میں داخل ہونے کا وقت تھا کہیں کہ اولاد آباء و اجداد سے پہچانی جاتی ہے۔ امام مجتہد الاسلام نے اپنی کتاب "الطبیع والتسویہ" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود ذات سے پہلے مفت نبوت سے متصف ہونے اور صفات کمالیہ کے پائے جانے کا جواب دیتے ہوئے یہ لکھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں خلق سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں کہیں کہ والدہ کے پیٹ میں آنے سے پہلے کوئی مخلوق موجود نہیں ہو سکتی لیکن غیایات اور کمالات تقدیر میں پہلے ہوتے ہیں اور وجود کے لحاظ سے بعد میں اور امام مجتہد الاسلام نے کہا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ لمخاط فکر پہلے اور لمخاط عمل بعد میں اور لمخاط فکر پہلے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ غیایات و کمالات میں لمخاط تقدیر مقدم ہوتے ہیں اور لمخاط وجود منور حق اب حضور علیہ السلام کے ارشاد کنت نبیا کا یہ معنی ہے کہ میں لمخاط تقدیر حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت تادم سے پہلے نبی تھا کہیں کہ تحقیق کا مقصد ہی یہی تھا کہ حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اولاد سے پیدا کیا جائے بطور تمثیل اس کی دلیل یہ ہے کہ معمار اور انجینئر کے ذہن میں ایک ذہنی خاک ہوتا ہے جس کو وجود ذہنی کہتے ہیں جو وجود خارجی کا ذریعہ بنا ہے اور وجود خارجی سے مقدم ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ پہلے تقدیر فرماتا ہے اور پھر دوبارہ تقدیر کے مطابق موجود کر دیتا ہے حضرت مجتہد الاسلام کا خلاصہ ختم ہوا اور علامہ سبکی نے تو بہت ہی اچھا جواب دیا ہے جس سے مقصود نہایت واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو شرعا ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے تو کنت نبیا آپ کی روح شریفہ اور اصل حقائق سے حقیقت محمدیہ کی طرف اشارہ ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں جسے اللہ تعالیٰ بتا دے اور حقائق میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے جب چاہے خلقت وجود سے نوازتا ہے تو تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت موجود تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس وصف نبوت سے نوازا اس طرح کہ جب اس حقیقت محمدیہ کی تخلیق ہوئی تو وہ اس وصف نبوت کے قابل تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت محمدیہ پر اس وصف نبوت کو لپٹ دیا اور آپ نبی ہو گئے اور آپ کا اسم شریف عرش پر لکھ دیا گیا تاکہ ملائکہ و فرشتہ دیکھیں کہ عن اللہ آپ کی کتنی عزت افزائی ہے تو آپ کی حقیقت تو اسی وقت سے موجود تھی اور جسم شریف آپ کی حقیقت کے ساتھ متصف ہو کر منور ہوا۔

تو اسی وقت آپ کو عطاء نبوت و حکمت کی تکمیل ہوئی تو آپ کی حقیقت اوصاف و کمالات بھی آپ کو اسی وقت عطایت فرمائے گئے اور اس میں تاخیر نہیں ہوئی ہاں البتہ صرف عالم وجود میں تحریف لانے اور اصحاب (پیشوں) و ارحام ظاہر سے متکثر ہونے میں تاخیر ہے حتیٰ کہ عالم وجود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور بوجہ اتم ہوا اور جس نے کنت نبیا کی یہ تفسیر کی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی نبی تھا تو اس کی مذکورہ بالا سنی تک رسائی نہیں ہوئی کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے تو وصف نبوت کے لئے تو مناسب یہی ہے کہ اسی وقت سے سمجھی جائے وہ وصف اسی وقت آپ کے لئے ثابت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہونے کی آپ کے لئے کیا تخصیص ہے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے علم میں تو تمام انبیاء کا انبیاء ہونا بھی ہے۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ جب اللہ کا ارادہ اپنی مخلوق کی پیدائش اور اس کے رزق کے انوائز سے متعلق ہوا تو اللہ تعالیٰ حقیقت محمدیہ کو بارگاہ صمدیت سے بارگاہ احدیت (وجود) میں ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم و ارادے کی وجہ سے

حکمتہ ظاہرہ کے پیش نظر آپ ﷺ سے عوالم بالا و پست کو پیدا فرمایا اور پھر آپ کو نبوت کے بارے میں بتایا گیا اور رسالت علی کی بشارت دی گئی تو ابھی حضرت آدم علیہ السلام روح و جسم میں تھے اور پھر آپ سے ارواح کا تصور ہوا تو آپ ملا اعلیٰ میں جلوہ افروز ہوئے اور آپ بڑے انوکھے زمانے منظر میں تھے نیز آپ ان تمام ارواح کے لئے بیٹھا پیشہ تھے تو گویا آپ ﷺ تمام اجناس کی جس عالمی ہیں اور آپ تمام موجودات اور انسانوں کی حقیقت واصل اکبر ہیں اور جب آپ ﷺ اسم باطنی کا زمانہ وجود جسم کے شرف اور جسم کے روح کے ساتھ مرتبط ہونے کو پہنچا تو زمانے کا حکم اسم ظاہر (ظاہری حقیقت) کی طرف منتقل ہو گیا تو روح اور جسم دونوں کے لحاظ سے محمد ﷺ جسم میں موخر ہیں مگر اس کی حکمت بھی تو معلوم ہو چکی ہے تو آپ کی ذات اسرار کا خزانہ اور نفوذ حکم کا محصل ہے ہر حکم آپ ہی سے نافذ ہوتا ہے۔ اور ہر نیک بھی آپ ہی سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتی ہے (یعنی آپ ہر کمال کا منبع اور مختار ہیں)

کسی شاعر نے مضمون بالا کی کئی اچھی ترجمانی فرمائی ہے۔

الا باہی من کلان ملکا سیدا
والدم بین العلاء والوطن واقف
لذاک الرسول الابطی محمد
لہ فی الملا مجد تلید و تلذف
اتنی بزمان السعد لی اخر العلی
وکلان لہ لی کل عصر موافق
اذ وام امرا لایکون خلاہ
ولیس للذک الامر لی الکنون صافی

سنو میرا باپ اس ذات پر قربان ہو اس وقت بادشاہ اور سردار تھے جب آدم علیہ السلام کا خیر گو نہوا جا رہا تھا تو وہ عظیم المرتبت رسول بطعی محمد ہیں عالم بالا میں آپ کی عظمت میں اضافہ و تجدید ہوتی جا رہی ہے آپ آخری زمانہ میں سعادت مند زمانے میں تشریف لائے اور ہر زمانے میں آپ کی قیام گاہیں تھیں۔ آپ جس کام کا ارادہ فرمایا اس کا خلاف نہ ہوتا آپ کی مراد مقصود کو جہاں میں کوئی روکنے والا نہیں (یعنی بالکمال بھی ہیں اور مختار کل بھی)

مولف فرماتے ہیں کہ ہم نے الہی اہل اہل تھان کے ایک حصہ میں سے سہل امین صالح ہدائی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام سے مقدم کیسے ہیں حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو مسلم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکال کر انھیں اپنے آپ پر گواہ بناتے ہوئے فرمایا البتہ ہدیہم کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب سے پہلے محمد ﷺ نے روایت کا اقرار فرماتے ہوئے فرمایا۔ علی

ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو نبوت کب ملی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم میں تھے (یعنی ابھی آپ کی تخلیق تمام نہیں ہوئی تھی) اس وقت مجھ سے عہد لیا گیا۔ تو آپ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام کا قاب ہی بنا تھا تو اس سے محمد ﷺ کو پیدا فرما کر آپ کو بتایا گیا کہ آپ ہیں اور پھر آپ سے عہد لینے کے بعد آپ کو حضرت آدم کی پشت مبارک میں واپس کر دیا گیا تاکہ وقت تشریف آوری تشریف لائیں تو آپ لحاظ تحقیق تمام انبیاء سے مقدم ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جو آپ سے پہلے معلوم ہوتی ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے کیوں کہ ان میں روح نہیں تھی اور آپ ﷺ پیدا نہیں کیے وقت زندہ اور تھے اور پھر آپ سے عہد بھی لیا گیا تو اس لئے آپ بطور مطلق تمام انبیاء سے مقدم ہیں اور لحاظ بعثت تمام سے موخر اور آپ ﷺ کی حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدائش حضرت آدم کی اولاد سے پیدائش کے متعلق نہیں ہے کیوں کہ اولاد آدم سے پیدائش حضرت آدم میں لغز روح کے بعد ہے اور حضرت آدم سے پیدائش لغز روح سے پہلے ہے کیوں کہ آپ ﷺ اس پیدائش اول میں حضرت آدم کی بغیر اولاد سے خاص ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد و اذنا اخذ اللہ میتاق النبیین کے تحت۔

علامہ ابن کثیر کی تقریر۔ میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو مبعوث فرما کر اس سے محمد ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر تم میں سے کسی کی ظاہری زندگی میں آپ کو مبعوث کیا جائے تو وہ نبی ضرور ہے ضرور آپ پر ایمان لائے اور ضرور آپ کی مدد کرے اور ہر نبی اپنی قوم سے بھی ایسا ہی عہد و پیمان کے اور علاوہ سب کے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے

کہ اگر بالفرض آپ دوسرے انبیاء کے زمانہ نبوت میں تشریف لائیں تو آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہوں گے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے آپ کی نبوت و رسالت ثابت ہے اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں بھی اسی لحاظ سے آپ کی ہی امت ہیں تو آپ کا یہ ارشاد بعثت الہی الناس نکلت آپ کے زمانے سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہوگا۔

تو اس سے کنت نبیا و ائمہ بین الروح والجسد کا معنی اور اس کا حکم معلوم ہو گیا اور قیامت میں انبیاء علیہم السلام کا آپ کے جہنم کے کچھ بچے ہونے اور انبیاء کا معراج کی رات آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی بھی وضاحت ہو گئی۔

اور امام فخر الدین رازی نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

تبلوک الذی نزل القرآن علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا پ ۸، ع ۲۸ آیت نمبر)

ترجمہ : بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آگاہ قرآن اپنے بندے پر تاکہ وہ سارے جہاں کو ڈر شانے والا ہو۔

کے تحت جو قول لکھا ہے اس سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ آپ ملائکہ اور دیگر مخلوق کے لئے نذیر ہیں۔ عبدالرزاق نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے کس کو پیدا کیا۔ فرمایا تحقیق اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ تو جب مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ (الہی بن قلی)

پہلے حصے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے دوزخ و جنت پیدا فرمایا اور اس کے چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا تو اس کے پہلے حصے سے مومنین کی آنکھوں کا نور دوسرے سے ان کے دلوں کے نور اور دوسری معرفت الہی ہے اور تیسرے سے ان کی زبانوں کے نور (اور یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار توحید ہے) کو پیدا فرمایا۔ یہ ترجمہ جو الفاظ احادیث کا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

اللہ نور السموات والأرض مثل نورہ یاربہا نہرہ رکوع نبی ۸ آیت نمبر ۳۵)

(اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کے نور کو اس کے نور کی مثال)

میں بھی اسی معنی و حقیقت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی نور محمد ﷺ کی مثال کشکشاہ فیما مبرہا۔ (الایہ)

جیسے طاق میں دیا ہو۔

نور محمدی کے بعد اول مخلوق میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ نور محمدی کے بعد سب سے پہلے عرش کو پیدا کیا گیا جیسے کہ آپ ﷺ سے بطور سند صحیح ثابت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مقادیر خلق مخلوق کے (اندازے) کو پیدا فرمایا۔ وکن عرشہ علی العلاء تو عرش الہی پانی پر تھا تو اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ تقدیر خلق تخلیق عرش کے بعد ہوئی اور خلق تقدیر کا وقوع مخلوق اول کلم کی تخلیق کے وقت ہوا جیسے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کر فرمایا کہ لکھ تو قلم نے عرش کی اسے میرے رب میں کیا لکھوں تو حکم ہوا کہ ہر چیز کی مقادیر (اندازے) لکھ۔ اس حدیث کو امام احمد امام ترمذی نے روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے لیکن ابن رزین عقلی کی حدیث مرفوعہ میں جسے امام احمد و امام ترمذی نے روایت کیا پسند صحیح ہے بھی ثابت ہے کہ پانی کو عرش سے بھی پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد الہی وکن عرشہ علی العلاء میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اور رمذی نے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے پانی سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ علی الاطلاق مخلوق اول نور محمدی ہی ہے (ﷺ) پھر عرش اور پھر قلم کی تخلیق ہوئی اور نور محمد ﷺ کے علاوہ اولیت اضافی ہے اور حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نے نور محمدی کو آپ کی پشت میں رکھ دیا جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشتی میں نیاء پائیاں کرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی مملکت کے تخت۔ مکن فرمایا اور انھیں ملائکہ کے کندھوں پر اٹھوا کر انھیں حکم دیا کہ آدم کو آؤ، دن کی سیر طواف کرائیں تاکہ وہ حکومت الہیہ کے عجائبات کا مشاہدہ کریں۔

حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ روح حضرت آدم کے سر مبارک میں سو سال قیام پذیر رہی اور ایسے ہی سو سال تک آپ کے سینہ میں رہی اور سو سال آپ کی دونوں ہڈیوں اور دونوں پاؤں میں رہی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات کے نام بتائے پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم و تعہیت کریں نہ کہ سجدہ عبادت (یعنی آداب شای بیبالانے کا حکم دیا نہ کہ عبادت کا)۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو سجدہ کا حکم ہوا۔ درحقیقت حضرت آدم

کو سجدہ اللہ ہی کو سجدہ تھا اور حضرت آدم کی مثال کعبہ کی طرح ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت آدم کو سجدہ ہر دو سجود زوال سے عصر تک ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پائیں پٹیوں میں سے ایک پٹی سے آپ کی زوجہ حضرت حوا کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم خواب اسرات میں تھے اور حوا کے نام سے اس نے موسوم ہوئیں کہ ان کی تخلیق زندہ سے ہوئی اور جب حضرت آدم کی طرف بیدار ہو کر ان کو دیکھا تو وہ ان سے باتیں ہو گئے اور حضرت آدم نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے آدم ذرا رک جائیے آپ نے پوچھا کیوں اسے تو میرے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ فرشتوں نے کہا پہلے مراد کیجئے تو آپ نے پوچھا کہ اس کا مرگیا ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ آپ محمد ﷺ پر تین مرتبہ درود پڑھیں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب ”معلوۃ الاحزان“ میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت حوا کے قرب کا قصد فرمایا حضرت حوا نے آپ سے مرگ کا مطالبہ کیا تو حضرت آدم نے عرض کی کہ اے میرے رب میں اھیں کیا سرودوں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے حبیب محمد بن عبد اللہ (ﷺ) پر تین مرتبہ درود پڑھ تو آپ نے ایسے ہی کیا (متوفی کہتے ہیں) کہ میں دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے۔ نے کہا ہوں کہ تین مرتبہ درود سر معجل تھا (یعنی فوراً واجب الادا تھا) اور تین مرتبہ سر غیر معجل۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جب آدم علیہ السلام سے خلا ہوئی۔ عرض کی اے رب۔ میں جی محمد سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ فرمایا۔ اے آدم تو نے مجھ کو کیسے پہچانا جب کہ میں نے ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کی۔ جب تو نے مجھے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ سے روح پھوکی گئی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لکھا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے یقین ہو گیا کہ جس کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لایا ہے وہ تجری محبوب ترین مخلوق ہے تو ارشاد الہی ہوا کہ آدم تم نے سچ کہا کہ وہ میرا محبوب ترین ہے جب تم نے اسے وسیلہ بنایا تو جاؤ میں نے تمھیں معاف کر دیا۔ اور یاد رکھو اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔“

امام بیہقی نے اپنی بلائیں میں عبد الرحمن بن زید بن المسلم کے واسطے سے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس میں عبد الرحمن مخدو رادی ہی اور حاکم نے من اسے روایت کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے اسے ذکر کر کے اس میں اتنا اضافہ کیا وهو اخر الانبیاء من فزینک کہ وہ آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں

اور سلمان کی حدیث میں جو ابن عساکر سے منقول ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ پر نازل ہوئے تو فرمایا کہ آپ کا رب فرمایا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو اپنا تخلیل بنایا ہے تو تجھے اپنا حبیب بنایا ہے اور میری کوئی تخلیق تجھ سے زیادہ عزیز نہیں اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو پیدا ہی اس نے کیا ہے مگر میں اھیں بتاؤں کہ میرے ربدار میں تیرا نیکو مقام و عزت ہے تو اگر تم نہ ہوتے تو دنیا کی تخلیق نہ ہوتی، میری علی و دوزی عارف دلی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھوں نے کیا خوب فرمایا۔

سكن الفتاد لعش هتنا باجسد هذا النعم هو النعم الى الابد روح الوجود خيال من هو احمد لولاه ماتم الوجود لمن وجد عيسى و ادم والصلو جسيمهم هم ائمن هو نورعالمنا ورد لو ابصر الشيطان طلعت نوره لى وجد ادم كان اول من سجد اولو لى النمرود نور جماله عبد الجليل مع الخليل ولا عند لكن جمال الله جل فلا يرى الا بتخصيص من الله الصمد

(دل مطمئن) ہمیں اے جسم تو مبارک زندگی گزار رہی نعمت ایسی نعمت ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے جو تن تھا ہوا اس کے لئے روح کا پایا پایا ایک قصور ہے اگر آپ نہ ہوتے وجود کا وجود مکمل نہ ہوتا یعنی و آدم اور تمام برگزیدہ ہمتیاں، یہ آنکھیں ہیں اور آپ ہر آنے والے کی آنکھوں کا نور اگر شیطان حضرت آدم کے چہرے میں آپ کے نور کی چمک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے مجھ پر ہوت۔ اور اگر نمود آپ کے نور بحال کو دیکھ لیتا تو حضرت خلیل کے اللہ کی مہلت میں مشغول ہو جاتا اور مٹ دھری نہ کرتا۔ مگر جہاں الہی کسی سے نہیں دیکھا جاسکتا ہے اللہ ہے نیاز خاص کرے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو اس لئے پیدا فرمایا تاکہ وہ حضرت آدم سے اور حضرت آدم ان سے سکون حاصل کریں تو جب حضرت آدم ان کے قریب ہوئے تو انھوں نے حضرت حوا پر برکت کا فیضان کر دیا تو حضرت حوا نے ابن حسین سائلوں میں میں مرتبہ حمل سے چالیس بجے ہے اور حضرت ھیت کی تھا پیدائش اس ہستی کی کرامت تھی جسے اللہ نے ملاوت نبوت سے مطلق فرمایا۔ (یعنی نبی کرم علیہ السلام چونکہ حضرت ھیت کی اولاد سے تھے اس لئے حضرت ھیت کا تھا پیدا ہونا آپ کی کرامت تھی)

تو جب حضرت آدم نے وفات پائی اس وقت حضرت ھیت اپنی اولاد پر دوسی تھے تو پھر حضرت ھیت نے حضرت آدم کی وصیت کے مطابق اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اس نور محمدی کو پاکیزہ عورتوں میں منتقل کرنا تو عمدی بھری یہ وصیت۔

نقل ہوتی رہی حتیٰ کہ اللہ نے اس نور کو عبدالمطلب اور ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سب شریف کو جاہلیت کی بے حیائی سے پاک رکھا جیسے کہ آپ ﷺ سے احادیث مرضیہ میں آیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جسے یحییٰ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری پیدائش رسم جاہلیت کے مطابق نہیں ہوئی بلکہ نکاح اسلام کے مطابق ہوئی ہے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سفاح سین مملہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا معنی زنا ہے اور یہاں سفاح کا یہ معنی ہے کہ کوئی عروسی عورت سے عرصہ تک ناجائز تعلیق قائم کرے اور بعد میں اس سے شادی کرے۔ جیسا کہ رسم جاہلیت تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر ہشام بن محمد بن سائب کلبی سے روایت کرتے ہیں اور سائب اپنے باپ سے کہ میں نے امیہات البنی سے سو کے نام لکھے ہیں اور میں نے ان میں سے نہ تو کسی کو بدکار پایا اور نہ ہی میں نے ان میں سے کسی میں جاہلیت کی برائی پائی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر مجھے میرے والدین کے جننے تک میں بذریعہ سفاح پیدا نہیں ہوا۔ اور میں جاہلیت کی برائیوں میں ذرہ بھر ملوث نہیں۔ اسے لہرائی نے اوسط میں روایت کیا اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے بطریق سفاح نہیں ملا۔

اللہ تعالیٰ بیشک مجھے پاک و صاف رکھے ہوئے پاک پشتوں سے پاک رسول کی طرف منتقل فرماتا رہا اور جب بھی خاندان جدا ہوئے تو میں ان میں سے بہترین خاندان میں ہوتا۔ اور حضرت ابن عباس سے ارشاد باری تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین کے بارے میں ہے کہ نور محمدی ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ جنہیں نبی بنا کر پیدا کیا گیا۔ اسے براز نے روایت کیا ہے اور ابو نعیم میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایت پائی جاتی ہے اور اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ علیہ السلام اصحاب انبیاء کرام سے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے تمام آباء و اجداد انبیاء ہی سے تھے (لیم العلوۃ والاسلام) ارشاد باری تعالیٰ ہے من انفسکم ای من

جنسکم رسول تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی تمہاری جنس سے ظاہر صورت بشری میں تم جیسے ہیں۔ لیکن ہمارے رسول اور ہماری طرف سے میل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قل انما انا بشر مطلق یوحی الی انما الہکم الہ واحد ترجمہ : تم فرما دیجئے ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اور اس صامت میں یہ حکمت ہے کہ ہم بنسبت ہونا باہمی میل جول کا ذریعہ ہے اور اس سے باہمی ملاقات میر آتی ہے اور نظام زندگی میں کمال بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے افتراء میں کماحقہ آسانی ہو جاتی ہے اور اگر فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا اور اسے توکل سے بھی نوازا جاتا تو بشری کمزوری کے پیش نظر ہم اس کی اجازت سے عاجز ہوتے اس کے برعکس جب انسان رسول ہو تو قول و فعل اور حال و اثر غرض یہ کہ ہر لحاظ سے ان کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو آپ ﷺ اپنے پیچھے والے اور جن کی طرف بھیجا گیا ہے کہ درمیان حق تعالیٰ سے فیض لے کر اسے مخلوق تک پہنچانے کے لئے رابطہ ہیں۔ کافروں کی ایک بہت بڑی جماعت یہ مطلب نہ سمجھ سکی اور مقصد کو بھیجی اور کافر بطور انکار پکار اٹھے ابھت اللہ بشرا و رسولاً کہ کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اور یہ کفار کی کم عقلی اور کمال حماقت کی دلیل ہے کہ ایک طرف تو وہ پتھر کو خدا بناتے پر دشمنانہ اور دوسری طرف وہ انسان کا رسول ہونا بعید از عقل سمجھتے الحاصل رسول کا شریف لانا بہت بڑی نعمت ہے اور رسول کا انسان ہونا عظیم نوازش و عطیہ ہے اور بعض نے من انفسکم کا معنی من جنس العرب کیا ہے یعنی عربی ہونا اور یہ معنی انسان ہونے کے مترادف نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وما اوسلنا من رسول الا بلسان قومہ کہ ہم نے ہر رسول کو اپنی قوم کا ہم زبان بنا کر بھیجا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بکثرت اسناد سے مروی ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں کہ اس کی نبی ﷺ کے ساتھ قربات داری نہ ہو چاہے قبیلہ معز ہو رجبہ ہو یا لحیانہ ارشاد خداوندی ہے۔

قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی کے آپ کہہ دیجئے کہ میں تبلیغ پر رشہ داروں کی محبت کے علاوہ کسی اجر کا خواہاں نہیں۔

امام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کا کوئی ایسا قبیلہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ان میں رشہ داری نہ ہو تو قبیلہ سے

رشد داری کے بعد یہ آیت قل لا تسلم علیہ اجرا الا منعدۃ فی القریٰ نازل ہوئی
یعنی میرے اور اپنے درمیان صلہ رحمی قائم رکھ اور ایک قرأت میں من انفسکم فا
کے حج کے ساتھ ہے یعنی تمہارے پاس ایسا رسول آیا جو تم میں سے بڑے رجبے والا
ہے۔ اسے حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

ابن مہدیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے فقہ جہنم و رسول من انفسکم کو تلاوت فرمایا تو حضرت
علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انفسکم کا کیا معنی
ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حسب و نسب اور سرسرا کے لحاظ سے تم
سے نہیں ہوں کہ حضرت آدم سے تاجوز میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بطور سفلح
پیدا نہیں ہوا بلکہ تمام کے تمام بذریعہ نوح پیدا ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے خلیفہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ میں محمد بن
عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب
بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن
مضر بن نزار بن ادور اور جب بھی لوگوں کے دو قبیلے جتنے رہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میں
سے مجھے اچھے قبیلہ میں منتقل فرمایا۔ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا تو مجھ پر جاہلیت
کے زمانہ کا کوئی وجہ نہیں تھا میں نکاح سے وجود میں آیا ہوں اور حضرت آدم سے
تاجوز میں سفلح سے نہیں ہوا حتیٰ کہ میں اپنے ہاں باپ تک پہنچ گیا میں نفس کے
لحاظ سے بھی تم سے بہتر ہوں اور اب کے لحاظ سے بھی تم سے بہتر ہوں۔

اور امام احمد و ترمذی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا کہ حضرت عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا کہ یقین جانیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں
پیدا کیا پھر جب مخلوق گروہوں میں بنی تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا اور پھر جب قبائل
پیدا کئے تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا اور پھر جب نفوس پیدا کئے تو مجھے
ان میں سے بہترین نفس میں رکھا اور پھر جب گھر پیدا کئے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا تو
میں لوگوں سے مکرم، فاضل، نسب، ذات اور حسب ہر لحاظ سے بہتر ہوں۔

حکیم ترمذی، طبرانی، ابویہیم، بیہقی اور ابن مہدیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ بالیقین جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مخلوق میں سے انسان کو پسند فرمایا
اور انسان میں سے عیوں کو اور پھر عربوں میں سے قبیلہ مضر کو اور مضر میں سے
قریش خاندان کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا تو میں
بہترین میں بہترین کا بہترین ہوں۔

ابن سعد نے حضرت قتادہ سے روایت کی قتادہ نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا کہ نبی
ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے نبی بھیجا چاہا تو زمین کے باشندوں میں بہترین
قبیلہ کا انتخاب کیا تو پھر اس بہترین قبیلہ سے کس آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

زمین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں
نے اپنے دادا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت میں نقل کیا ہے کہ
میں آدم کی پیداوار سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے ہاں ایک نور تھا تو آدم کو پیدا کر
کے وہ نور پشت آدم میں رکھ دیا گیا۔ پھر وہ صلب و در صلب منتقل (پیہ پی کریم
ﷺ) صلب و در صلب منتقل ہوئے واپس حدیث کی تائید میں وہ روایت ہے جس سے
مؤرخین ایک راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور میں آپ کی

بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنگ جوک سے تشریف لا رہے تھے تو میں نے آپ کے
پچا جاس کو کھینچے ہوئے خاک یا رسول اللہ انی اورد ان المہکم (یا رسول اللہ ﷺ) میں
آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو نکل جائے
جسے دیکھتے تو ہر حضرت سے کہنے وہ اشداد دے۔ جن میں صلب و در صلب منتقل ہونے کی تائید
ہے۔ یہی احادیث قریم کے ہماری جبریہ بن اوس سے خیرم کی طرح ہی مروی ہیں۔ (بخاری)

اجتباب ج ۲ ص ۴۴) ہے عبدالمطلب کی صلب اگر تحریر کیا اور ایسے ہی قاضی
عیاض نے شفاء میں بلا سند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قریش
خاندان جبر اپنے ہمائی کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور ابن عبداللہ نے کہا

کہ جریر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو وہ اس وقت بارگاہ رسالت
میں پہنچے جب آپ جنگ جوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اور حلقہ گوش اسلام
ہوئے خلیفہ آدم سے دو ہزار سال پہلے اللہ کے ہاں نور تھا تو یہ نور سبحان اللہ کا ورد
کرتا تو لکھنا بھی کی ورد کرتے تو پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو یہ

نور ان کی پشت میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اللہ
تعالیٰ نے زمین کی طرف پشت آدم میں اتارا پھر پشت ابراہیم میں ڈال دیا گیا اور اللہ
تعالیٰ بیش اسی طرح مجھے معزز بنیوں اور پاکیزہ ارحام میں منتقل فرمایا رہا حتیٰ کہ مجھے

تو صدر سے معقول ہے اور مکالمہ کے معنی میں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے دشمن سے اعلانیہ دشمنی اور اسے سخت ٹھک کیا۔

کلاب کلب کی جمع ہے کیوں کہ عرب اس سے کثرت مراد لیتے تھے کہ عرب و دعدوں کے نام پر بچوں کا نام رکھتے۔ کسی اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم اپنے بیٹوں کے نام برے کیوں رکھتے ہو شفا کلب (کلب) ذنب (کھینچا) وغیرہ اور اپنے غلاموں کے نام اچھے کیوں رکھتے ہو۔ جیسے شفا موقوف (رزق دیا ہو) صواح (مٹی بخش) تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں کے لئے رکھتے ہیں اور غلاموں کے اپنے لئے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کے لئے ہتھیار اور ان کے سینوں میں تھپوں کی طرح پیوست ہوں اس لئے بیٹوں کے لئے یہ نام پسند کرتے ہیں۔ کلاب مو کا بیٹا ہے۔ مومن مہم پر پیش ہے اور راء کی شدہ ہے اور مو کعب کا بیٹا ہے اور کعب پہلا آدمی ہے جس نے جہد کے دن کا نام عربوں کو رکھا اور وہ اس دن خطاب کرتا اور قریش اسے سننے کے لئے جمع ہوتے۔

اور اسی نے ص سے پہلے (۳ بعد) کا لفظ استعمال کیا اور وہ اکثر اپنے خطبے میں نبی ﷺ کی شریف آدمی کے متعلق جاتا اور یہ بھی جاتا کہ وہ میری اولاد میں سے ہوں گے اور لوگوں کو آپ کی اتباع کا حکم دیتا اور پھر یہ شعر پڑھتا۔

یلتجی سلمہ لعمراء دعوتہ

حن الحضرۃ تنفی الحق خذلان
اے کاش میں آپ کے کلہ حق کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔
جب آپ کی قوم حق کا انکار کرتے ہوئے آپ کو چھوڑ دے گی۔

کعب لوی کے بیٹے ہیں (لوی لائی کی تعصیر ہے) لوی غالب بن فہر کے بیٹے ہیں فہر میں فام کا کسر ہے اور فہر نام قریش ہے یا قریش لقب ہے اور فہر نام اور قریش کا سلسلہ نسب یہاں تک پہنچتا ہے اور جو ان کی اولاد سے نہیں وہ قریش نہیں بلکہ کنانی ہے قریش کے نسب بیان کرنے والے اس پر متفق ہیں اور یہی اصم ہے فہر مالک بن فہر کے بیٹے ہیں بعض نے کہا ہے کہ فہر نام نہیں بلکہ ان کے چرے کی ترو نازکی کی وجہ سے ان کا لقب ہے اور نام قیس ہے اور اکثر کے نزدیک یہ جامع قریش ہیں اور قیس کنانہ کا بیٹا ہے کنانہ میں کلف کا کسر (زیر) ہے اور وہ قبیلہ کلب کا باپ ہیں۔

اور خزیمہ کے بیٹے ہیں۔ اصم مصغور ہے غامہ اور زاء کے ساتھ اور یہ مدکر کا بیٹا ہے اور مدکر الیاس کا انباری کہتا ہے کہ الیاس ہمزہ کا مسکورہ اور قطعی ہے اور بعض نے

پاکیزہ والدین سے پیدا کیا اور میرے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی بدکاری میں ملوث نہیں ہوا۔

اور کسی شاعر نے اس کی بڑی عمدہ ترجمانی کی ہے۔

حفظ	الاد	کرامتہ	لمحمد
ابا	الاسجد	صونا	لاسمہ
ترکوا	السفاح	للم	بصہم
من	انم	الی	ابہ
والہ			

اللہ تعالیٰ نے کرامت محمدیہ کی وجہ سے آپ کے بزرگ آباء و اجداد کو آپ کے نام کی تمکینی کے لئے محفوظ رکھا حضرت آدم سے آپ کے والد اور والدہ تک نہ تو وہ بدکاری کے قریب پہنچے اور نہ ہی انھیں عار و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن بقرن انسان کی ہمتیں شاخوں میں بھیجا گیا حتیٰ کہ میں نے جس شاخ میں ہوتا تھا میں اسی سے ہوں تھوڑی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اولین و آخرین اور مانکہ مقررین کے سردار تمام مخلوق کی سند اور رب العالمین کے صییب ہیں اور قیامت کے دن شفاعت علی کے مالک ابو القاسم ابو ابراہیم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کا ہی طرہ امتیاز ہے اور آپ کا اسم گرامی شہیدہ احمد رضی اللہ عنہ (یعنی حم کے سفید چمڑا والا) ہے کہتے ہیں کہ آپ کو عبد المطلب اس لئے کہتے ہیں کہ جب آپ کے والد ہاشم مکہ میں قریب المکہ ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائی مطلب کو کہا کہ شرب میں اپنے عبد رضی اللہ عنہ کو سنبھال لینا اور بعض نے عبد کہنے کی یہ وجہ بتائی کہ جب ان کا چچا انھیں اپنے پیچھے خستہ حال میں کہ لایا جو راستے میں پوچھتا کہ یہ کون تو وہ شرم کے مارے (ابن ابی ہشیمہ کہتے ہیں) کہ بھائی عبدی۔ یعنی میرا غلام کہتا۔ مگر لاکر ان کی حالت سنوار کر پھر بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

عبد المطلب عرب کا پہلا آدمی ہے جس نے سیاہ خضاب استعمال کیا اور اس کی عمر ۱۳۰ (ایک سو چالیس) سال ہوئی اور یہ ہاشم کا بیٹا تھا اور ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور اسے ہاشم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ نہانہ تھا میں اپنی قوم کو ٹھیکہ بنا کر کھلا اور ہاشم عبد مناف بن قصی کا بیٹا ہے اور قصی قصی کی تعصیر ہے دور ہونے کے معنی میں ہے اور اسے قصی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ جب ان کی والدہ حالمہ ہو کر بلاء قضاء میں چلی گئی تو اس وقت وہ اپنے قبیلہ سے دور ہو گئے۔ قصی کلاب کے بیٹے تھے۔ کلاب یا

کہا کہ ہمزہ مفتوحہ اور وصلی ہے اور قاسم بن ثابت کا بھی یہی قول ہے۔ اور الیاس
 رجاہ بمعنی امید کی ضد ہے اور یہ مشہور و معروف نبی کا نام ہے اور اس میں لام
 تعریف کا ہے سہل کہتے ہیں کہ یہ قول اسحٰب ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ الیاس اپنی
 پشت میں نبی کریم ﷺ کا چم کا تلبیس سنتے اور اس لئے یہ بھی مذکور ہوا کہ آپ
 ﷺ ان کے بارے میں فرماتے کہ الیاس کو برا مت کہیں کہ وہ مومن تھا۔
 سہلی نے اسے اپنی کتاب روضہ میں نقل کیا ہے اور زبیر سے یہ منقول ہے کہ الیاس
 بن اسماعیل کو اپنے آپاء و اجداد کے طرز زندگی کی تبدیلی کی وجہ سے برا سمجھتے وہ اپنی
 قوم میں کھڑے ہو کر وعظ تبلیغ کرتے اور انھیں اپنا ہم عقیدہ بنا لیتے لوگ آپ پر اتنا
 خوش تھے کہ ان کے بعد کسی پر بھی اتنے خوش نہیں ہوتے وہ پہلے آدمی ہیں جس نے
 سب سے پہلے بیت اللہ میں اونٹ بطور ہدیٰ بھیجا۔ اہل عرب ہمیشہ آپ کی اہل علم کی
 طرح تعظیم کرتے۔ الیاس مصر کے بیٹے تھے۔ مصر عرکی طرح ہے اور ان کو مصر اس
 لئے کہا جاتا کہ وہ نہایت حسین و جمیل تھے جو بھی ان کے حسن و جمال کو دیکھا اسے
 ولی سرست ہوتی اور خوش آواز بھی تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ وہ اونٹ سے گر گئے اور
 پاؤں ٹوٹ گیا۔ وہ درد کے مارے وادیاہ وادیاہ پکارتے گئے تو اونٹ ان کی خوش آوازی
 کی وجہ سے وجد میں آگیا اور عرب میں حدی کا آغاز اسی سے ہوا (حدی وہ گیت ہے
 جسے شریان اونٹ کو مالوس کرنے کے لئے گاتے ہیں) اور حق و وجہ ہے کہ وہ پہلے
 حدی خوان ہیں اور یہ انہی کا قول ہے کہ من یزعم شرا یحصدہ فاعلمتہ و خبر الخیر
 اصعدہ کہ جو برائی کا چمچ پوتا ہے وہ عزامت کا پھل کاتا ہے۔ جو نیک جلدی کی جائے
 وہی بہتر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مصر اور
 ان کے بھائی رصعہ کو برا مت کہیں کہ یہ دونوں ملت ابراہیمی پر مسلمان تھے بلکہ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ خیر
 جن کا ذکر کزرا سعد، عدنان، ادو، قیس، حاتم، اسد اور ضہہ کو بھی مت برا کہیں کہ
 ان سب کی وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوئی ہے لہذا ان کا تذکرہ ایسے
 کیا کہ جیسے مسلمانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مصر نزار کے بیٹے ہیں اور نزار نذر سے
 ماخوذ ہے اور نذر کا معنی قلیل ہے۔ کہیں کہ یہ بھی بیکارے زمانہ تھے۔ بعض نے کہا کہ
 انھیں نزار اس لئے کہتے ہیں کہ جب ان کی پیدائش ہوئی تو ان کے والد نے ان کی
 آنکھوں کے درمیان نور محمد ﷺ کے نظارے دیکھے تو انھیں انتہائی خوشی ہوئی
 یہ اور اسی خوشی میں عرصہ وارز تک لوگوں کو بکھرتا کھاتا کھاتے رہے اور کہتے کہ اتنا

عمر جو اتنا کھاتا کھلایا گیا اس بچے کے مقابلے میں نزار ہے (کم ہے) اور نزار معد (معم
 اور عین کی فتح اور تنقید وال کے ساتھ ہے) کے بیٹے مروی ہے کہ جب بخت نصر
 نے ملک عرب پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے بنی اسرائیل کے نبی ارمیا علیہ
 السلام کو وحی کی کہ وہاں معد ہے اسے وہاں سے نکال کر شام لے آؤ اور اس کی
 حفاظت کرو۔ کہیں کہ ان سے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پیدا ہوں گے تو
 ارمیا نبی علیہ السلام نے قبیل ارشاد فرمائی اور معد کی اولاد کی حد میں یا چالیس تک
 بتائی گئی ہے انھوں نے مروی علیہ السلام کی فوج پر شب خون مار کر انھیں لوٹ لیا تو
 موسیٰ ان کے لئے بدعا مانگتے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے لئے بدعا کرنے سے
 منع فرما دیا اور اس طرح بھی منقول ہے کہ اللہ دعا فلم یجب حتیٰ فعلوا فلک ثلاثا
 کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی تین مرتبہ ایسے ہی ہوا تو آپ
 نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ اسے پروکار میں نے شب خون مارنے والی قوم کے
 لئے بدعا کی ہے تو نے اسے شرف قبولیت کیوں نہیں بخشا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
 جس قوم کے لئے تم نے بدعا کی ہے اس میں میرے پسندیدہ نبی آخر الزمان جلوہ افروز
 ہوں گے معد عدنان کے بیٹے ہیں اور عدنان میں عیین پر چ ہے یہاں تک آپ کے
 سلسلہ نسب شریف میں اتفاق ہے۔ عدنان سے اوپر سلسلہ نسب میں بکھوت اقوال ہیں
 جن میں بہت اختلاف ہے اسی کے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ نسب بیان
 فرماتے ہوئے عدنان تک پہنچے تو رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے
 جھوٹ کہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جب ان کے درمیان اور بھی بہت سی قوتیں
 ہو گزری ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو
 آپ کو ان کا ظم عطا فرماتا۔ ابن وجہ فرماتے ہیں کہ غلام کا حضور علیہ السلام کا عدنان
 تک نسب بیان کرنے اور اس سے تجاوز نہ کرنے پر اجماع ہے اور اجماع علماء دلیل
 شرعی ہے۔

اور مسند قردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ
 آپ ﷺ معد بن عدنان تک نسب بیان فرماتے اور تجاوز نہ فرماتے بلکہ رک
 کر فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے۔

سہلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں لرح ہے کہ یہ ابن مسعود
 رضی اللہ عنہ کا قول ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہما یہ آیت
 مبارکہ پڑھتے۔

إِلهِ بِاتِّكُم نَبِإُ الْعِثْرِ مِّنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثمودَ وَالْعِثْرِ مِّنْ قَبْلِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ

(ترجمہ) کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے حتیٰ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انھیں اللہ ہی جانتے۔ (پارہ نمبر ۳۳ رکوع ۳ آیت ۹) تو پھر فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے کہ علم نسب والے تو لوگوں کو نسب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں ان کے علم نسب جاننے کی نفی ہے۔

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سلسلہ نسب بیان فرماتے تو صرف عدنان تک بیان کرنے کے بعد فرماتے اس سے اوپر کا سلسلہ نسب ہمیں معلوم نہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عدنان و اسماعیل علیہ السلام کے درمیان ہمیں واسطے ہیں جن کا علم نہیں۔

اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو معد بن عدنان کے بعد کا سلسلہ نسب جانتا ہو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بیان کرتا ہے تو آپ نے اس پر بایں تدبیر کی کا اعمار فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسے یہ نسب غائبہ کس نے بتایا؟

اور انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ نسب کے بارے میں بھی ان سے اسی طرح مروی ہے، عبدالمطلب کے بیان کردہ فضائل میں سے پہلی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اصحاب ٹہل مکہ کرمہ پر حملہ آور ہوئے تو قرش حرم کعبہ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے اور عبدالمطلب نے یہ کہتے ہوئے

وَاللَّهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ حَرَمِ اللَّهِ ابْنِي الْعِزِّ فِي غَيْرِهِ وَابْنِي سِوَاهِ عِنْدَكَ خُذَا كِي حَرَمٍ كَيْ شِي عِزَّتِي كِي تَخْلُشْ مِنْ حَرَمٍ سِوَا حَرَمٍ مِنْ نَبِيٍّ جَاؤُنْ كَا اور نہ ہی حرم کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں جاؤں گا حرم ہی میں رہے حتیٰ کہ آپ کا امیر الفکر کے ساتھ جو معاملہ مطلوب تھا اس کے لئے آپ حرم سے باہر آئے اور یہی وہ حکیم ہرات و استقامت تھی جس کی وجہ سے آپ شاہ مجشہ اور اس کی قوم کے نزدیک صاحب و جاہلیت و عزت شہرے اور اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو ہلاک کر کے ان سے اپنے گھر کو بچا لیا اور اسی ہرات مرواگنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبدالمطلب نے ہاشم گان حرم کو خوف و

ہراس سے بچا لیا اور عبدالمطلب کے بچا مطلب کی فوجی کے بعد لوگوں کی ممان نوازی اور آپ مزرم چلانے کا عمدہ بھی انھیں کے پاس رہا اور عبدالمطلب اس خدمت کے سرانجام دینے میں اپنے کیاہ و اجداد سے سبقت لے گئے اس لئے ان کی قوم میں انھیں ایسا شرف حاصل ہوا جو ان کے کیاہ و اجداد کو حاصل نہ تھا اور اس خدمت میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں ان کی قوم ان سے محبت کرتی اور اپنی قوم میں انھیں بڑا بلند مقام حاصل تھا وہ ہدایات دینے اور تنبیہات کرتے تو قوم خوشی ان پر ان پر اُترا ہوتی اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں رواج تھا حسب توہین سال پھر اپنے مال سے کچھ حصہ نکال کر جمع کرتے جس سے ان کے پاس کافی رقم جمع ہو جاتی اور اس سے وہ موسم حج کے لئے غلہ اور انگوروں کے رس کے لئے خشک انگور خریدتے اور غریب و مساکین اور دیگر لوگوں کو انا کھلاتے پالتے کہ موسم حج میں ہی اس جمع شدہ رقم کو خرچ کر کے ختم کر ڈالتے اس رسم و رواج کو عربی میں رقادہ کہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ فرماتے کہ میں دو زنجوں کا بیٹا ہوں اور آپ اس سے دادا اسماعیل علیہ السلام اور والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور طبری نے اس واقعہ مشہورہ کو بطریق ابن وہب اسامہ بن زید سے اور اسامہ نے زہری اور زہری نے فیصیحہ بن زونیب سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کر اگر اس کے دس لڑکے ہو گئے تو وہ ان میں سے ایک راہ خدا میں قربانی کرے گا تو جب بفضلہ تعالیٰ دس بیٹے پورے ہو گئے تو اس نے قربانی کے لئے قرع اندازی کی تو عبد اللہ کے نام قرعہ نکلا جو عبدالمطلب کو بہت پیارے تھے پھر عبدالمطلب نے کہا کہ اے اللہ میں عبد اللہ اور سو اونٹوں میں قرعہ اندازی کرتا ہوں تو پھر جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ سو اونٹوں کے نام نکلا۔

اور زبیر بن بکار سے مروی ہے کہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کر کے پھوڑا دئے اور لوگ انھیں لے اڑے۔

سفاری کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں انسان کی دیت دس اونٹ مقرر تھے اور اس نذر کے بعد مسلمانوں میں انسان کی دیت سو اونٹ مقرر ہوئے۔

اس لئے اس قرعہ اندازی میں عبدالمطلب دس دس کا اضافہ کرتے رہے جب تعداد سو تک پہنچی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ امام قسطلانی کہتے ہیں کہ نذر ماننے کی

وجہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد عبدالمطلب کا زمزم کے کنوئیں کو کھودنا تھا کہیں کہ جب قبیلہ جزم کے عربین حادث اور اس کی قوم نے حرم خدا میں قلم و ستم کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی قوم (بنو مکرمہ بنو خزاعہ) کو مسلط کیا جنہوں نے قبیلہ جزم کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو عربین حادث نے جاہلے وقت ساز و سامان لے کر اسے زمزم میں ڈال کر انتہائی مہلک آئینہ انداز میں اسے زمین کے برابر کروا دیا اور اپنی قوم لے کر یمن کی طرف بھاگ نکلا تو اس وقت سے زمزم کا پتہ نہ چلتا تھا اور بذریعہ خواب عبدالمطلب سے حجاب اٹھا لیا گیا اور عبدالمطلب نے اسے معلوم کر لیا اور کچھ نشانات کی روشنی سے کھودنے کی کوشش کی مگر قریش نے زمزم کھودنے سے منع کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ ٹانواؤں نے انھیں انتہائی تکلیف پہنچائی جس کی وجہ سے کڑے امتحان سے دوچار ہونا پڑا اس وقت صرف ان کا ایک لڑکا حادث تھا تو اس وقت عبدالمطلب نے نذر مانی اگر میرے دس لڑکے ہو کر محلوں میں تو میں ان میں سے ایک خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ پھر عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی کی جس سے ان کی عزت و وقار میں بڑا اضافہ ہوا۔

بقی نے حضرت آمنہ کے ساتھ حضرت عبداللہ کے نکاح کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کے دادا یمن کے رؤساء میں سے کسی رئیس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک ایک ایک پادری آیا تو اس پادری نے کہا مجھے اپنا سہارا دیکھنے کی اجازت دیجئے تو انہوں نے کہا کہ لیجئے یہ حاضر ہے تو پادری نے کہا کہ یمن نبوت و بادشاہی دیکھا ہوں اور وہ دو منافع میں ہے ایک عبد مناف بن قصی اور دوسرا عبد مناف بن زہرہ تو جب عبدالمطلب سفر سے واپس لوٹے اپنے بیٹے عبداللہ کو لے جا کر ان کا نکاح آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ سے کر دیا اور خود آمنہ کی بچھاؤ بہن ہالہ بنت اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ سے نکاح کر لیا۔ کعب احبار کہتے ہیں کہ اس نکاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کو ایسا نور، شان، شوکت، وقار حسن و جمال اور کمال عنایت کیا کہ انھیں قوم کی سیدہ کے نام سے پکارا جائے گا۔

عرصہ تک نور محمدی عبداللہ کی پیشانی میں چمکتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے والد کے حکم میں چلے جانے کا حکم دیا۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل میں بطریق ذہری روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ قریش کے نوجوانوں میں حسین ترین نوجوان تھے ان کا عورتوں کے

ایک منج سے گذر ہوا تو ان میں سے ایک عورت نے کہا اے قریش خواتین تم میں سے کون ہے جو اس نوجوان سے شادی کرے اس کی پیشانی میں چمکتے نور کا شکار کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ اس سے شادی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل سے حاملہ ہوئیں۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جب عبداللہ نے حضرت آمنہ سے نکاح کر لیا تو اس وقت تیس سال کی عمر کے نوجوان تھے اور بعض نے کہا کہ اس وقت وہ بیچیس سال کے تھے اور بعض نے اٹھارہ سال عمر بتائی ہے۔ اور امام ستاد نے اس کو راجح کہا ہے۔

اور خلیفہ ہندوای حافظ نے سل بن عبداللہ تشری سے روایت کی ہے سل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کے حکم مبارک میں منتقل کرنا چاہا تو آہ رجب کی جمعہ کی رات تھی تو اس وقت کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے داروقہ رضوان کو حکم دیا کہ جو دروازے کھول دے جائیں اور ایک منادی کرے والا آسمانوں اور زمینوں میں منادی کرے کہ وہ نور مخزون (خزانہ) و مکنون (پوشیدہ) جس سے ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں گے آج رات اپنی والدہ کے حکم مبارک میں قیام پزیر ہوا اور جب اس کی بدت حقیقی مکمل ہوگی تو وہ لوگوں کے لئے نذیر بن کر تشریف لائیں گے اور زہیر بن یکار سے متعلق ہے کہ یہ استقرار جبل جبرہ جبل جبرہ الوصلی کے پاس شیبہ ابو طالب میں ایام تشریق میں ہوا۔

اور واندی وہب بن وسعہ کے طریق سے اور وہب اپنی چوبھی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم سنارکتے تھے کہ آمنہ کہتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حکم میں تھے تو مجھے حاملہ ہونے کا احساس تک نہیں ہوا اور نہ ہی مجھے کچھ بوجھ محسوس ہوا، جیسے حاملہ عورتیں محسوس کرتی ہیں البتہ مجھے اتنا معلوم تھا کہ میرا بھاری خون نہیں آہا اور کبھی یہ بھی فرماتیں کہ میں نیم خالی میں تھی کوئی میرے پاس آیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو حاملہ ہے تو میں نیم خالی میں شاید اس طرح کہہ رہی تھی کہ مجھے کچھ معلوم نہیں تو اس نے بشارت دیتے ہوئے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اس امت کے سروار اور نبی سے حاملہ ہے اور یاد رکھنا اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا اور یہ مکالمہ کا دن سوموار کا دن تھا۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن جعفر کی حدیث میں آپ کی رضاعی

والدہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں بتایا کہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔ جب یہ میرے حکم میں تھا تو میں نے نہ تو اس سے زیادہ بلکا پھلکا حل بھی دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ عظیم پائرت۔

پھر میں نے ایک چٹکا ہوا نور دیکھا گویا کہ مجھ سے ایک ستارہ نمودار ہوا اور جب میں نے اسے جہنم دیا تو اس کی روشنی سے ملک شام میں مقام بصری میں اونٹوں کی گردنیں روشن و منور ہو گئیں پھر ان کی ولادت عام بچوں جیسی نہ تھی بلکہ بوقت ولادت زمین پر بچہ ریز ہو کر سر آسمان کی طرف اٹھایا۔

اور صحیح ابن حبان رحمہ اللہ..... مستدرک حاکم، مسند احمد وغیرہم نے عیاض بن ساریہ سلمیٰ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے ہاں ام الکلب میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام خیر میں تھے اور میں جہنم میں بتانا چاہوں گا کہ میں اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور وہ بشارت ہوں جو میرے بھائی علی علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی اور میں وہ عظیم نور ہوں جسے میری والدہ نے میری پیدائش کے وقت نطقہ دیکھا جس سے ملک شام کے حالات روشن ہو گئے۔

حدادی لفظ بصری کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشایخ کہتے ہیں کہ اسے بصری یا کے پیش اور صا کے سکون کے ساتھ جھلکی کی طرح پڑھنا جائے یعنی انھوں نے اپنی ظاہری آنکھوں کے ساتھ شام کے حالات دیکھے۔

راوی کہتے ہیں کہ بصری دمشق کے راستے مشرقی جانب پہلا مشہور شہر ہے کہ حجاز کی طرف سے اس کی سرحد قصبہ حوران سے آگئی ہے۔ بصری اور شام کے درمیان دو منزلوں کا فاصلہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی ﷺ سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور ایک روایت میں ارض کا لفظ ہے یعنی ساری زمین روشن ہو گئی تو مشرق و مغرب اور زمین بصری بھی آگئی اس کے پلوچو خصوصیت سے بصری کے ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ ﷺ بخش نفیس بصری کی ہی تشریف لے گئے اس سے آگے تشریف نہیں لے گئے اس لیے بطور خاص بصری کا ذکر کیا گیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ اشارہ شام کو آپ کی نور نبوت سے خاص کرنے کی طرف ہے کیوں کہ شام تک آپ کی ظاہری حکومت ہوئی جیسے کہ سابقہ کتب میں مذکور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ مقام ہجرت

یثرب (مدینہ منورہ) اور حکومت شام تک ہوگی۔

تو کہ کرمہ سے حضرت محمد ﷺ کی ابتدا ہوگی اور شام تک امتنا اور اسی لئے نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس تک سیر کرائی گئی بیت المقدس شام کا ہی ایک حصہ ہے جیسے کہ قبل ازیں آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی بلکہ بعض اسلاف نے تو یہاں تک کہ وٹالا کہ ہرمی کی بٹ شام ہی سے ہوتی ہے اور اگر کسی کی بٹ شام سے نہیں تو اس نے شام کی طرف ہجرت ضرور کی ہے اور آخر زمانہ میں علم و ایمان کا مرکز بھی شام ہی ہو گا تو اس لئے ملک شام میں آپ کے نور نبوت کی غیا پائیاں دوسرے ممالک کی نسبت شام میں زیادہ ظہور پذیر ہوں گی۔ بوقت حمل یا بوقت ولادت نور کے ظہور میں جو اختلاف روایات ہے اگرچہ ولادت باسعادت کے وقت نور کے ظہور والی روایات اتصال کی وجہ سے ترجیح ہے تاہم دونوں وقتوں میں نور کے ظہور میں کوئی ممانعت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس نور سے اس نور کی طرف اشارہ ہے جو نور آپ اہل زمین والوں کی راہنمائی کے لئے لے کر آئیں گے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جہاں تک وہ نور محمدی منور ہوا وہاں تک اور کائنات کے طول و عرض میں آپ کی امت کی حکومت اور آپ کا دین پھیلے گا۔ طول و عرض کی وسعت جنوب و شمال سے زیادہ یعنی کائنات کے طول و عرض اور جنوب و شمال میں اس نور نبوت کی وجہ سے شرک و کفر اسی کے اندر سے پھٹ جائیں گے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَنُجَاتِكَ مِنَ الْإِنْسَانِ وَكَتَبَ مَبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ وَضَوَانَهُ سَبِيلَ الْإِسْلَامِ وَخَرَجَ مِنْهُمُ الظُّلُمَاتُ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَصَافَتْهُمْ الْفُجُورُ ۚ آتِيتُهَا

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشنی کتاب اس سے پراگت رہتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلاستی کے راستے اور انھیں اندھیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِّلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پارہ نمبرہ ۱، رکوع نمبرہ ۱ آیت ۵۷)

(ترجمہ) تو وہ جو ان پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی پامراد ہوئے۔

نیز مسلم وغیرہ میں ثوبان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

میرے لئے مشرق و مغرب کی زمین سیٹ لی گئی اور جہاں تک میرے لئے سیٹ لی گئی وہاں تک میری امت کی حکومت ہوگی۔

حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اس ارشاد فہم احمل حملا کلا اخف علی منہ کہ میں اس سے زیادہ خفیف حمل سے حامل نہیں ہوئی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اور اولاد بھی ہوئی ہے خصوصاً ابن مسعود کے نزدیک اس سلسلہ میں اسحاق بن عبداللہ والی حدیث نہایت واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں آپ کے علاوہ اور اولاد سے بھی حامل ہوئی مگر آپ کا حمل خفیف ترین تھا۔ ابن مسعود نے کہا کہ واقعی کہتے ہیں ہمیں اس قسم کی کوئی روایت معلوم نہیں اور نہ ہی اہل علم محدثین سے ایسی کوئی روایت ہے لہذا حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی جلوہ افروز ہوئے واقعی کہتے ہیں کہ زہری کے بیٹھے نے اپنے بچا سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب سے آپ میرے شکم میں شریف لائے تو اس وقت سے پیدائش تک مجھے تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے جس کے الفاظ مشہور و معروف ہیں کہ ولا وجئت قحلا کما تجدانسلہ میں نے اپنے حمل کا ذرا پوچھ بھی محسوس نہیں کیا جیسے کہ دوسری عورتیں پوچھ محسوس کرتی ہیں۔

امام حاکمی فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں کے الفاظ میں تاویل ممکن ہے بشرط یہ کہ اس سے قبل اسحاق بن عبداللہ کی جو روایت گزری وہ ابن طلحہ ہو تو اس صورت میں حدیث مرسل ہے اور اس کے تمام راوی اللہ اور صحیح ہیں وہ اس طرح کہ اس میں کوئی انکار اس میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں کہ حضرت آمنہ کا آپ کے علاوہ حضرت عبداللہ سے کوئی حمل ہوا ہو اور وہ ساتھ ہو گیا تو اب اگر واقعی کی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے دونوں روایتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے لیکن یہ دوسرے حمل والی روایت خلاف اجماع ہے کیوں کہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علماء نقل کا اس اجماع ہے کہ حضرت آمنہ آپ ﷺ کے بغیر کوئی اور حمل نہیں ہوا (اور صحیح بھی یہی ہے آپ سے ایک حمل صحیح روایت سے ثابت ہے) تو حضرت آمنہ کا یہ ارشاد کہ میں نے ایسا خفیف کوئی حمل نہیں پایا یا تو یہ بطور مبالغہ ہے یا ویسے ہی اقلاتیہ آپ نے ایسے فرمایا۔ مگر جو دونوں روایتوں کو صحیح مانتے ہیں اس کے لئے

ماہین تطبیق نہایت مناسب ہے۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں تو اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جب انھوں نے تعمیر کعبہ کا آغاز کیا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ اس شر کو اس کا گوارہ بنا اور اسے ایسا پرکشش بنا تاکہ لوگوں کے دل اور مال ہوتے چلے آئیں اور اس کے باشندوں کو ہر قسم کا رفق عطا فرما۔

اور پھر ارشاد فرمایا ولما لبث لہم وسولا منهم بخلو علیہم الباکت وعلہم

الکلب والعنکبوت ولبث لہم انک انت العزیز العکرم

(ترجمہ) اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے ان پر تیری آیتیں طلاق فرمائے اور انہیں تیری اور اپنے علم سکھائے اور انہیں خوب ستمرا فرمائے بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ (بارہ نمبر) رکوع نمبر ۱۲ آیت ۱۳۹)

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اس نبی ﷺ کی صورت میں شرف قبولیت سے نوازا اور دعائے ابراہیمی کے مطابق آپ کو وہ منصب رسالت عطا ہوا اور انھوں نے یہ دعا بھی فرمائی تھی کہ اے مکہ والوں کی طرف بھیجنا۔

اور آپ کا دعائے ابراہیمی سے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجے کا فیصلہ فرما چکا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعائے مذکورہ کے لئے مقرر فرما دیا۔ اور لوح محفوظ میں بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا اللہ تعالیٰ دیکھا تو پھر اس فیصلہ کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو دعائے مذکورہ کے لئے مقرر فرما دیا تاکہ آپ ﷺ کی بعثت ان کی دعا کا نتیجہ قرار پائے۔

جیسے کہ حضور علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی اولاد کی پشت کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ اور آپ کا حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہونے کا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت دے دیں اس لئے آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی بنی اسرائیل آپ کو جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

ومبشرا برسول یاتنی من بعنی اسمہ احمد کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک رسول کی بشارت سنائے والے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ (پ ۲۸) ع ۹ آیت ۶۱)

نہادی نے کہا جس سال آپ حکم مار میں تشریف لے گئے اس سال کے بارے میں یہ متقول ہے کہ وہ سال قریش کے لئے نہایت قحط سال اور تنگ و تنگی کا سال تھا لیکن آپ کی برکت سے قریش کی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی درخت پھل وار ہو گئے مکہ مکرمہ کی زمین نہایت آباد ہو گئی اور غلہ کی انتہائی فراوانی ہو گئی اسی لئے یہ سال کائنات میں رزق اور خوشحالی کے نام سے مشہور ہوا اور اسی کائنات رزق کی وجہ سے ہر جگہ سے قریش کے پاس بہت مال و دولت آئی اور ان دنوں عبدالمطلب قریش اور دیگر قبائل عرب کے حاکم مانے جاتے اور ہر روز بڑی آب و تاب کے ساتھ گھر سے نکلے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور فرماتے کہ اے قریش! میں جانوں کہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے ایک آدمی کی صورت دیکھ رہا ہوں اور ایسے دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک کامل و مکمل نورانی نگار ہے اور اسے دیکھ کر مجھے جی نہیں بھرنا مگر قریش حسد یا انڈے پھینک کر اسے دیکھنے کا انکار کرتے۔

بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں تک متقول ہے کہ اس رات قریش کا ہر جانور زبان سے پکار اٹھا کہ رب کعبہ کی قسم آج (حضرت) محمد ﷺ حکم مار میں تشریف لے گئے ہیں۔

وہ دنیا کے امام اور چمکے سورج ہوں گے اس وقت قریش کی ہر نجوی عورت اور عرب کے ہر قبیلہ سے علم کائنات کو سلب کر لیا گیا تھا اسی لئے اس علم کی وجہ سے کسی کو کسی دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں پتا تھا اور ہر شخص حجاب میں تھا اور اس دن ہر بادشاہ کے تخت کو الٹ دیا گیا تھا۔ نیز اس دن ہر بادشاہ کو گناہ کر کے اس کی قوت گویائی کو سلب کر لیا گیا تھا اور مشارق کے پندرہ مغارب کے پردوں کو بشارت سناتے اور ایسے ہی سمندری جانور بھی ایک دوسرے کو بشارت اور مبارک دیتے اور آپ کے حمل کے زمانہ میں ہر ماہ ہر آسمان و ہر زمین میں اعلان کیا جاتا کہ مبارک ہو ابو القاسم (حضرت) محمد ﷺ کے زین پر تشریف لانے کا وہ عیون و مبارک وقت قریب آ رہا ہے راوی کہتے ہیں آپ مکمل نو ماہ حکم مار میں رہے اس عرصہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کو نہ کسی قسم کے درد کی شکایت ہوئی نہ ریح کی۔ اور نہ ہی حاملہ عورتوں کے عوارض سے کوئی عارضہ پیش آیا۔ والدتی کہتے ہیں کہ اسی حمل کی تکمیل کے دوران میں آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کو قریشی تاجروں کے ہمراہ ملک شام کے شہر غزہ میں خریدنے کے لئے بھیجا اور جب قافلہ واپس لوٹا تو آپ بیمار ہو کر قافلہ سے پیچھے رہ گئے اور مدینہ نبوی میں اپنے

والد کے فضیلت بنی عدی بن نجار کے پاس مہینہ بھر قیام کیا اور پھر وہیں مدینہ نبوی میں آپ کا وصال ہوا۔

وہب کی یونس والی روایت جسے یونس نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے عبدالمطلب نے انھیں (ترب) مدینہ منورہ سے مجبوریں خریدنے کے لئے بھیجا تو وہیں ان کا وصال ہو گیا۔ پھر انھیں وہیں مدینہ منورہ میں وارالتابغہ میں دفن دیا گیا اور ابن اسحاق نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور ابن سعد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور زہیر بن بکر اور دوسرے بھی بکثرت راویوں نے اسی روایت پر اعتماد کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ بڑے سیرت نگار بھی اسی پر متفق ہیں اور ابن جوزی کے علاوہ دوسرے راویوں نے اس قول کو مطلقاً (یعنی بڑے چھوٹے کی تمیز کے بغیر) جمہور کی طرف سے ہے اور بعض راویوں نے کہا کہ آپ کے والد کی موت آپ کی پیدائش کے بعد ہوئی ہے اور یحییٰ بن سعید اموی نے مغازی میں ذہری کے ایک خفیف ترین ذریعہ سے عثمان بن عبدالرحمن دقاسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ کے گھر آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو کہا انھیں قبائل میں لے جاؤ اور وہ آپ کو قبائل عرب میں لے گئے اور حضرت جلد سے ہی آپ کو دودھ پلانے کی اجازت کا معاملہ پٹا لیا اور متقول ہے کہ آپ حضرت حمیرہ کے پاس چھ سال کی قیام پذیر رہے اور پھر وہاں ہی منی صدر کا واقعہ پیش آنے کے بعد حضرت حمیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ کو واپس لے جا کر والد کے پاس چھوڑ دیا۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت کتنی تھی اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ سال اور چار ماہ اور ابن اسحاق سے یہی متقول ہے اور ابن سعد سے سات ماہ کی عمر متقول ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ اپنے فضیلت کی ملاقات کے لئے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں ان کا وصال ہو گیا۔

ورنہ ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عبداللہ کے وصال پر فرشتوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے ہمارے رب اور ہمارے آقا کیا تیرا نبی یتیم ہو کر رہ گیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں اس کا مالک محافظ اور مددگار ہوں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نبی مکرم ﷺ کو والدین سے کیوں محروم کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا تاکہ مخلوق کا آپ کے ذمہ کوئی حق باقی نہ رہے اسے ابو حیان نے اپنی ”مکرم“ نامی کتاب میں حضرت جعفر صادق سے نقل کیا

ہے۔

امام حاکمی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے انتقال کے وقت جو احادیث چھوڑا وہ ایک جگہ لکھوائی امین ابن اعمیٰ جی جس کا نام برکت تھا۔ پانچ اونٹ اور کبیروں کا ایک دیوڑ تو رسول اللہ ﷺ اسی کے وارث بنے اور پھر کئی ام امین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پرورش فرمائی رہیں اور پھر جس فضیلت کی طرف پہلے اشارہ ہوا وہ یہ ہے کہ ہاشم بن عبد مناف نے مدینہ میں بنی عدی بن نجار کے ایک آدمی عمرو کی بیٹی سلمیٰ سے شادی کر لی جس سے عبدالعطلب پیدا ہوئے اور ہجرت کے بارے میں وارد شدہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، میں عبدالعطلب کے فضیلت بطور مہمان ٹھہرا نہا اس لئے میں ان کی عزت کرتا ہوں ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے کہ میں ہاشم کے ہاں ٹھہرا رہا یا دو حیا والوں کے پاس ٹھہرا رہا تو اس میں شک ابن اسحاق سیسی راوی کی طرف سے ہے بہر حال چاہے ہاشم کے الفاظ ہوں یا دو حیا والوں کے ان میں مخازی یہ ہے کہیں کہ خالد کا لفظ والدہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور آپ کا قیام بنی مالک بن نجار کے پاس تھا نہ کہ بنی عدی بن نجار کے پاس امام بیہقی نے دلائل میں، لہذا ابن اور ابو قحطہ نے بطریق محمد بن ابوسیدہ ثقفی اور انھوں نے عثمان بن ابوالعاص سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ فاطمہ نقیہ بنت عبداللہ نے بیان کیا جو ایک صحابیہ بھی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جس رات حضرت آمنہ کو درد نہ کی شکایت ہوئی تو وہ بھی وہیں موجود تھیں وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت میں نے ستاروں کو قریب آتے اور جگمگاتے دیکھا تو میں یوں بھی کہ وہ ٹوٹ کر ٹھہر کر گرنے لگیں اور جب حضرت آمنہ سے آپ کا تولد ہوا تو ان سے ایک نور نمودار ہوا جس سے آپ ﷺ کی وجہ سے گھراؤ کر کے روشن ہو گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ ہمیں ہشیم بن خارجہ نے خبر دی کہ ہم سے بھی بن حزمہ نے اور انھوں نے حسان بن عطیہ سے بیان کیا آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ہاتھوں اور کھنکھوں کے بل زین پر تشریف لائے اور نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور یہ روایت قوی اور مرسل ہے اور اسحاق بن ابی طلحہ کی مرسل روایت سے ہے کہ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو صاف سمجھا دیا، آپ دوسرے بچوں کی طرح غلیظ پیدا نہیں ہوئے آپ خاندان کے پندیرہ مملوہ تھے اور آپ کے ساتھ غلاظت وغیرہ کا نام و نشان تک نہیں تھا اور آپ زین پر اپنے

مبارک ہاتھ کے سارے بیٹھے۔

ابو حسین بن بشر نے ابن سناک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الحسن بن براہ نے بتایا کہ حضرت آمنہ نے فرمایا میں نے آپ کو جتنا تو آپ دونوں زانوؤں کے بل زین پر تشریف لے گئے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ نے زین سے منہ بھر مٹی لی اور بھجے کے لئے جگمگائے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ پر برتن اونٹن کا رکھا دیا تو میں نے آپ کی برکت و عظمت کی وجہ سے برتن پٹنا پایا آپ اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

حاکمی فرماتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ نے آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے دادا کو اطلاع بھیجی تمہارے خاندان میں بچہ پیدا ہوا ہے اسے آکر دیکھئے تو سہی، جب عبدالعطلب آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کی والدہ نے انھیں دوران حمل دیکھے جانے والے عجیب و غریب واقعات بتائے آپ کے دادا آپ کو دیکھتے ہی دعا کے لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی دین و عطا پر شکر یہ ادا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

الحمد لله الذي اعطاني
هنا الغلام الطيب الارحان
لدي لي المهد على الغلمان
امنه بليت ذي الاركان
(ترجمہ) تمام خوبیاں اللہ ہی کے شایان شان ہیں جس نے مجھ سے یہ پاکیزہ اور نیکو
جس لڑکا عطا فرمایا تحقیق مدد میں ہی اس تمام لڑکوں کی سرمدی سے نوازا گیا۔ میں
اسے ارکان والے (خانہ کعبہ) کی بناء میں دیتا ہوں۔ (ﷺ)
اور جب آپ کے چچا ابوبس کو اس کی لکھنوی ثوبیہ نے بشارت دی کہ تمہارے
بھائی عبداللہ کے ہاں لڑکا ہوا ہے تو اس نے اس خوشی میں اسی وقت اپنی لکھنوی آزاد
کر دی۔

قسطلانی سے منقول ہے کہ یہ ثوبیہ ان عورتوں میں سے ہے جنھوں نے آپ کو
دودھ پایا ہے۔ اور قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ بھی منقول ہے کہ کسی نے ابوبس کے
مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ
آگ میں جل رہا ہوں البتہ ہر سوموار کی رات کو میرے غداں میں کمی کر دی جاتی
ہے اور اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں ان دونوں سے پانی چوستا

رہتا ہوں اور مجھے یہ سکون و آرام اس لئے میرا ہوا کہ جب میری لونڈی ثویبہ نے مجھے محمد ﷺ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا تو میں نے ان دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے اسے آڑا کر دیا تھا۔ ابن جوزی نے فرمایا۔ کہ جب ابولہب (رضی اللہ عنہ) نے اس روایت کو معلق بیان کیا ہے۔ اور حافظ ناصر الدین و مفتی نے اس واقعہ کو ان اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

اذا كان هذا كافرا جاءه من
بنت يدها فنى الجحيم مخلقا
(جب یہ کافر جس کی خدمت قرآن پاک میں تبت عداہ (ابو لب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوں) کے ساتھ آئی ہے اور داعی جہنمی ہے۔

اننى انه فنى ليلت الاثنين . دائما
بخفت عنه للمسرد باحمد
فما الظن بالبعد الذى طول ودهر
باحمد مسرورا فعات موحدا

اس کے بارے میں آیا ہے کہ بیشہ بر جریر کی رات حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کی پیدائش کی خوشی کی وجہ سے اس کے عذاب میں کی جاتی ہے۔ تو بھلا اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے جو تمام عمر آپ کی وجہ سے خوش ہوا اور مومن مرا۔) جیسے کافر کو جس کی خدمت قرآن پاک میں آئی ہے آپ (ﷺ) کی پیدائش کی رات کی خوشی کی وجہ سے دوزخ میں بھی اچھی جڑا مل رہی ہے تو اس سے آپ کے مومن احمی کی عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو آپ کی پیدائش پر اظہارِ مسرت کرے اور آپ کی محبت و وارفتگی میں حسبِ توفیق خرچ کرے (رضی اللہ عنہ) مجھے قسم ہے اپنی عمر کی کہ اللہ کریم اسے فضل عظیم سے جنتِ فیم میں داخل کرے گا۔ (علامہ ابن جوزی کا عقیدہ ہے کہ محفلِ میلاد منانے والا مسلمان جہنمی ہے اور کچھ لوگ جو اس کو بدعت و شرک کہہ دیتے ہیں۔ کیا بدعتِ معینہ اور شرک کے مرتکب کی جزاء جنت ہے)

حاکم نے اپنی صحیح میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک تاجر پیشہ یہودی رہتا تھا جب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کی رات تھی اس نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا تو قریش نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ یاد رکھو آج آخری امت کا نبی جلوہ نما ہوا ہے ان کی شانوں کے درمیان نشان ہے جس

میں قطار در قطار بال ہیں جو (عرف فرس) گھوڑے کی ریال کی طرح بال ہیں اور وہ گردن کے بالوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست ہیں وہ دو راتیں دودھ نوش نہیں فرمائے گا کہیں کہ عفریت جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے یہ سن کر لوگ ایسے سلود کی خبر گھڑی کے لئے چل نکلے تو انھیں معلوم ہوا کہ آج عبد اللہ بن عبد المطلب کا نورِ نظر رونقِ افروز ہستی ہوا ہے تو لوگ یہودی کو ساتھ لے کر آپ کی والدہ کے پاس گئے اور انھیں کہا کہ ہمیں اپنا بچہ دکھاؤ تو حضرت آمنہ نے نورانی بچہ انھیں دکھایا اور آنے والوں نے آپ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھا کر اس نشان کا مشاہدہ کیا۔ ایک نظارے سے ہی یہودی کے ہوش اڑ گئے اور وہ حسن محمدی کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑا جب پوری طرح ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے پوچھا ہائے افسوس تجھے کیا ہو گیا تو اس نے کہا اے قریش سنو خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی لیکن اے قریش اس تم پر ایسی وحسن حاصل ہو گی کہ تم مغلوب ہو کر رہ جاؤ گے اور مشرق و مغرب میں اس کے نیلے کا چرچا ہو گا۔ بخاری کہتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ (ﷺ) کی پیدائش کی وقت ہی مہربوت آپ کے شانوں کے درمیان موجود تھی اور خاتم النبیین کے نشانات میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے جس سے اہل کتاب آپ کو پہچانتے تھے وہ اس تلاش میں لگے رہے اور انہیں معلوم کرنے کے لئے دریافت کرتے رہے اور آپ کی اس مہربوت کا اہل کتاب میں اتنا چرچا اور شہرت تھی جتنی کہ شاہِ بر قل نے ایک آدمی اس لئے بھیجا کہ وہ جا کر معلوم کرے کہ واقعی ان کے شانوں میں مہربوت ہے اور تہدق کرنے کے بعد ہمیں اس سے انکار کرنے کیلئے بد دلی ایک روایت میں آ رہا ہے کہ جن دو فرشتوں نے آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے اسے حلت سے لبریز کیا تھا۔ انھوں نے ہی آپ کے مبارک شانوں پر ہرنگائی تھی اور یہ سری روایت مائیل والی روایت کی نسبت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان دونوں میں تطبیق ہو سکتی ہے موقوف نے کہا ہاں البتہ اس روایت کی سند ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ کے دصال کے بعد وہ مر آپ کے شانوں سے اٹھائی گئی تھی۔

خطیب نے محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی سے اور فاطمہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی رات تھی تو مکہ مکرمہ میں مقیم یہودی علماء میں سے ایک عالم نے کہا کہ آج رات تمہارے شہر

کہ میں اس وصف اور شان والا نبی پیدا ہوگا جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تعلیم کرے گا اور ان کی (نام نہاد) امت کو قتل کرے گا اور اگر تم میں ایسے نبی کے پیدا ہونے کی خبر غلط ہو جائے تو پھر تم اہل طائف والوں کو بشارت دے دو۔ یا اصل ایلہ کو

راوی کہتے ہیں کہ پھر اسی رات آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یسوی عالم نے آبادی سے نکل کر غیر آباد جگہ جا کر زورہ لگایا اور پھر وہ بہانہ و ہل کہہ رہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت موسیٰ نبی برحق ہیں اور حضرت محمد نبی برحق ہیں، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ یسوی عالم ایسا لاپتہ ہوا کہ کوئی اس کی خبر گھوڑی نہیں کر سکا۔

اور ابو نعیم نے دلائل میں شعیب بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی سند سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ مرالظہور میں ایک پادری تھا جو عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا تو اس نے ایک حدیث بیان کی اس میں مذکور ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عبد المطلب کو وہ رات بھی بتا دی جس رات نبی ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور پھر آپ کے کچھ اوصاف بھی بتا دیے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش اور بعد ازاں پیدائش دوسرا ہونے والی علامات بہت زیادہ ہیں۔

اور اسلام میں آپ کے بعثت کے وقت سے اب تک جو روایات چلی آ رہی ہیں وہ ان کے اخبار (نبوء) کے علاوہ ہیں اور روایات کا یہ سلسلہ آخر امت میں مشہور اور معروف ہے۔

اور یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ابو نعیم اور سہیلی جیسی مقتدر شخصیات کی ایک جماعت نے آپ کی بعثت سے پہلے کی نہیں بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے ظہور پذیر ہونے والی علامات کو جمع کرنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اور حاکم نے اپنی کتاب اکمل میں ابو سعید خدری سے اپنی کتاب شفاء میں ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اور قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفاء میں ان علامات کو جمع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام سبکی وغیرہ نے معرفت صحابہ میں مخدوم بن بانی کی حدیث بیان کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ڈیڑھ سو سال کا پرانا واقعہ ہے کہ ایوان کسریٰ پر لرزہ طاری ہوا اور وہ پھر ٹھہرانے لگا اور اس کے لرزنے سے

ایسی حرکت پیدا ہوئی جس سے ایک خوفناک آواز سنی گئی جس سے کسریٰ کا محل چر گیا اور اس میں اوپر سے نیچے تک دراڑیں پڑ گئیں۔

شیخ الشیخ ابن جوزی کا بیان ہے کہ مدائن میں اس محل کو دیکھنے والی ایک جماعت نے ہمیں بتایا کہ اس محل میں دراڑ کا نشان اب بھی موجود ہے اور کسریٰ کے محل کے چندہ ٹکڑے بھی گر گئے تھے (”شرف“ شرف کا مفرد ہے) اور شرف ان کنکریوں کو کہا جاتا ہے جو دیوار کے بالائی حصہ پر خوبصورتی کے لئے بنائے جاتے ہیں اور جو آگ مسلسل دو ہزار سال سے جل رہی تھی اور اہل فارس اس کی عبادت کرتے تھے پیدائش کے دن وہ بھی بجھ گئی تھی حالانکہ اس آگ کو جلانے کے لئے آوی مقرر تھے ان لوگوں نے آگ جلانے میں کسی غفلت یا تساہل سے کام نہیں لیا ہر چند کہ وہ جلانے کی کوشش کرتے مگر آگ روشن نہ ہوئی اور وہ بالآخر ٹھک بار کر بیٹھ گئے اور بحیرہ سادہ جو اہل شرک و عروان کی کاہری معنای کا ذریعہ تھا وہ ٹھک ہو گیا اور کچھ سادہ مسکین بھی عراق میں ہوں اور رقم کے درمیان ٹکڑے پھیلا ہوا چشمہ تھا اس میں شیشیاں پاتی تھیں اور اس کے اور کو شیشیوں اور دستانوں کے لوگ کشتیوں میں سفر کرتے تھے مثلاً فرغانہ اور رے کے باشندے آپ ﷺ کی پیدائش کی رات وہ چشمہ ٹھک ڈھن ہو کر رہ گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے طول و عرض میں کبھی ذریعہ برہائی نہیں ہوا بلکہ پانی انتہائی گرمائی میں چلا گیا تھی کہ وہاں ایک شہر آباد ہو گیا جسے سادہ کہا جائے گا جو اب بھی ایک مضبوط شہر کی حیثیت سے باقی ہے ان علاقوں اور شہروں کے قاضی القضاات اور حاکم اعلیٰ نے طاہر اونٹوں کو دیکھا جو عربی گھوڑوں کو دھکیلنے کے جارہے تھے اور وہ وجل کو عبور کر کے وہاں شہروں اور وادیوں میں پھیل گئے اور اس مقدس رات شیاطین پر شہاب ثاقب برساتے گئے حالانکہ شیاطین اس سے قبل کسی آئندہ بات کی نوہ لگا لیتے اور اس دن شیطان کو بھی آسمان پر جانے سے روک دیا گیا اور مقفل ہے کہ اس سے قبل وہ آسمان پر جا کر کہیں بیٹھ جاتا اور کسی نے کسی بات کا سراغ لگا لیتا۔ اور پھر انھیں اپنے جیلوں میں پھیلا دیتا بقی بن خالد صاحب منہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے حجاب سے روایت کیا ہے کہ شیطان چار مرتبہ شدید ترین چلاپا۔ ایک مرتبہ جب اس پر لعنت کی گئی۔ دوسری مرتبہ جب اسے آسمان سے نیچے اتار دیا گیا۔ تیسری مرتبہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت۔ اور چوتھی مرتبہ جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کی مرنیت کے

خیال ہے کہ آپ کے دادا نے ساتویں دن لوگوں کو جو کھانا کھلایا لوگوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ شاید یہ تقربِ فتنہ کا کھانا ہے اور فتنہ کا یہ معنی ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا تختون ہونا ظاہر فرمایا اور یہ بتایا کہ اس کا تخت جگر بلند شان اور قدرت خداوندی کی تعظیم تریں دلیل ہے کیوں کہ ابن عبدالبرکی روایت میں ہے کہ جب آپ کی پیدائش کا ساتواں دن تھا تو آپ کے دادا نے ایک میزخا مزج کیا اور قریش کو کھانے کی دعوت دی اور قریش نے کھانے سے فراغت کے بعد پوچھا کہ اسے عبدالعطلب کہیں ہے تو بتا دیں کہ جس تخت جگر کی وجہ سے تو نے ہماری آؤ بھکت کی اس کا نام کیا ہے تو عبدالعطلب نے بتایا کہ محمدؐ قریش نے پوچھا کہ تم نے خاندانی رسم و رواج کے مطابق رکھے جانے والے ناموں کو کیوں نظر انداز کر دیا تو عبدالعطلب نے جواب دیتے ہوئے کہا میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل آسمانوں میں اس کی تعریف کرے اور اس کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اور یہ غریب ترین روایت ہے کہ آپ کا فتنہ جبرائیل علیہ السلام نے کیا اور عراقی نے حاکم ذکر کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ مذکورہ روایات میں سے کوئی روایت بھی پایہ جوت تک نہیں پہنچی اور امام احمد نے اس روایت میں توقف کیا ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا فتنہ کیا ہے اور اسی طرح اس کے مقابلہ میں دوسری روایات میں بھی توقف کیا ہے۔ امام حنفی نے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ علیہ السلام تختون پیدا ہوئے تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ اعلم اور پھر اعلیٰ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا لا ادری کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔

اور ابو یوسف محمد بن جعفر بن عمر حنابلہ میں سے ہیں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ تختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ابن احمد بن حنبل نے اس کو صحیح قرار دیتے ہیں کوئی چیز رفت نہیں کی (مقتصد یہ ہے کہ آپ نے توقف فرمایا ہے) اور بعض ائمہ نے کہا کہ جیسے بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا فتنہ کیا۔ یہی قریب الٰہی الحق ہے لیکن حاکم نے کہا کہ پہلی روایت کے بارے میں روایات حد قوت تک پہنچی ہوئی ہیں امام حاکمی فرماتے ہیں کہ میرا میلان طبع بھی اس پہلی روایت کی طرف ہے خصوصاً آپ کی والدہ کا یہ ارشاد کہ میں نے انھیں صاف ستمرا اور پاک و طاہر جنا۔ اور بعض ائمہ سے یہ بھی معقول ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کے گھر کے خاندان میں اس بات کو رچا بسا دیا تھا کہ وہ آپ کا اسم گرامی محمد رکھیں۔ کیوں کہ وہ خوبیوں کا مجسمہ ہیں

بارے میں راویوں کا اختلاف ہے یا تو مرتبہ پیدائشی تھی جیسے کہ اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت گذری یا مرتبہ پیدائش کے وقت نمودار ہوئی یا جب آپ دودھ پینے کے زمانہ میں شق صدر کے وقت دو فرشتوں میں سے ایک نے آپ کو مر لگائی۔ پہلی روایت ابن عبدالناس کی ہے اور دوسری روایت منطلق کی ہے جو یحییٰ بن عابد (صیغہ تخریض) یعنی ایسے الفاظ سے روایت کی گئی جن سے روایت کا ضعیف ہونا معلوم ہوگا ہے) اور تیسری صحیح اور ائبت ہے اور دہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات تو اسے طیاسی اور حارث نے اپنی مسانید میں بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے دلائل میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میری پشت پر مر لگائی جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا۔ ابوزر کی حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اور بیہقی نے اسے دلائل میں ذکر کیا اس سے ملتی جلتی ہے اور میرے خیال میں ان احادیث میں تحقیق ہو سکتی ہے کہ ہر مرتبہ افادہ میں زیادتی کا ظہور ہوا۔ یعنی پیدائشی طور پر بھی اور اس کے بعد کسی فائدہ کی زیادتی کے لئے دوبارہ بارہ لگائی گئی ہو) جیسے کہ آپ ﷺ کے تختون پیدا ہونے میں اختلاف ہے کہ کیا آپ تختون پیدا ہوئے یا پیدائش کے بعد آپ کا فتنہ ہوا۔

اور طبرانی اور ابو نعیم وغیرہ نے بواسطہ حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مجھے جو امورات اور کرامات حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں فتنہ شدہ پیدا ہوا اور بغرض فتنہ میرے مقام ستر کو کسی نے نہیں دیکھا۔

اور ابن سعد والی حدیث جو انھوں نے عطا خراسانی سے روایت کی ہے اور عطا خراسانی نے عمرہ سے انھوں نے ابن عباس سے اور ابن عباس نے اپنے والد سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) روایت کی ہے کہ آپ ﷺ فتنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور آپ کے دادا نے آپ کی ایسی پیدائش پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیٹا (پوتا) بڑی شان والا ہوگا۔

ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ معذور یعنی فتنہ شدہ پیدا ہوئے اور حکیم ابو عبد اللہ ترمذی نے کہا کہ آپ تختون پیدا ہوئے۔ اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب تمہید میں روایت بیان کی ہے کہ آپ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا فتنہ کیا اور اس تقرب میں لوگوں کو کھانا کھلایا میرا

تاکہ اسم (محمد) تعریف کیا ہوا اسی کے مطابق ہو جائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نام (اسماء) آسمان سے اُتارے جاتے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نہایت حسین منظر کشی فرمائی ہے۔

وَضَمَّ الْاِلٰهَ اسْمَ النَّبِيِّ اِلٰى اسْمِهِ
اَنَا قُلْتُ لِي الْخَمْسُ الْمُتَوَفَّنُ اشْهَدُ
وَشَقَّ لَمْ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلِدَ

(اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا) جب مؤذن پانچ وقت اذانوں میں اشد کہتا ہے۔ اور اس کا نام اپنے نام سے نکالا کہ اس عقلت سے توازنے صاحب عرش خود تو محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔
ستادہی کہتے ہیں یا تو شروع سے بتوش اُچی آپ کے والد نے آپ کا یہ نام رکھا یا بذریعہ خواب انھیں یہ نام بتایا گیا۔

اور ابو ربیع بن سالم کھائی کہتے ہیں کہ لوگوں کا غالب گمان یہی ہے کہ عبدالغطلب نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پشت سے نکلے اس کا ایک کنارہ تو آسمان کی بلندی چھو رہا تھا اور دوسرا زمین میں بیست تھا اور ایک کنارہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور پھر وہ زنجیر سمت کے ایک درخت بن گیا اور اس کے ہر پتے پر نور تھا اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لٹکتے ہوئے تھے۔ آپ کے والد نے یہ خواب سب کو بتائی اور منبر نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ تمہاری پشت سے ایک پتھر پڑا ہوگا مشرق و مغرب کے لوگ اس کے چھوڑا ہوں گے اور زمین و آسمان والے اس کے ٹٹا خواں ہوں گے اسی لئے آپ کا نام محمد رکھا گیا اور حضرت آمنہ نے بھی یہ بیان کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام محمد رکھا جائے گا۔
ﷺ کے دو اسم گرامی ہیں محمد اور احمد جس کے قرآن میں ایک بار ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (ﷺ) اور دوسرا ارشاد ہے ونبشرا یوسول باقی من بعدی اسمہ احمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک رسول کی خوشخبری سنائے والے ہیں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نام محمد ﷺ عرش پر دیکھا اور اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو فرمایا لولا محمد ما خلقتک اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ اور ربی لولاک لما خلقت

الانلاک کی صحت کی بات تو سنی یہ صحیح ہے اگرچہ معنائی نے اسے موضوع کہا ہے۔
قاضی میاض رحمۃ اللہ علیہ احمد و محمد کا معنی جاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احمد افضل کے وزن اس میں تفصیل مبالغہ کا سینہ ہے اس کا معنی ہے کہ جس سے بکثرت صفت محمد صادر ہوئی ہو اور محمد بزرگ مفضل کا معنی ہے کہ جس میں صفت محمد بکثرت پائی جائے تو آپ ﷺ صدور محمد کے لحاظ سے اجل اور دنیا و آخرت میں لحاظ محمد آپ تمام لوگوں سے فوقیت رکھتے ہیں اسی لئے آپ احمد المحمودین اور احمد المجدین ہیں اور بروز قیامت میدان محشر میں لواء محمد (محمد کا جھنڈا) بھی آپ کے پاس ہوگا تاکہ کمال محمد کی تکمیل ہو اور میدان محشر میں آپ صفت سے مشہور ہوں گے اور آپ کو مقام محمود پر رونق افروز کیا جائے گا اور وہاں اولین و آخرین آپ کی مدح سرائی کریں گے اور وہاں پر خالد کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت صحیحہ کے مطابق آپ کو عظیم المنظر مقام سے فوازا جائے گا جو کسی کو کبھی میسر نہیں ہوگا اور سننے انبیاء سابقہ کی کتب میں آپ کی امت کو حامدین کے نام سے موسوم کیا گیا تھا آپ کا شایان شان ہے کہ آپ کا اسم گرامی محمد و احمد ہو (ﷺ) اور ان دو مقدس ناموں میں آپ کے عجیب و غریب خصائص اور رنگارنگ علامات ہیں نیز یہاں ایک اور حیرت انگیز بات بھی ہے کہ آپ کی شریف آوری سے گل کی سی ہے یہ دو نام نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کے لئے محفوظ رکھا۔ کبیر مہل آپ کا اسم گرامی احمد جو کتب سابقہ میں مذکور ہے اور انبیاء علیہم السلام جس کی آمد کی بشارت دیتے رہے تو حکمت ایزدی نے کسی کو یہ نام رکھنے سے باز رکھا اور اس سے قبل کسی کو بھی اس نام سے نہیں پکارا گیا تاکہ کمزور دل کسی التماس اور شک میں نہ پڑے کہ کون سا آدمی احمد کا صحیح صدق ہے) اور اس طرح عرب و عجم میں کسی کا نام بھی نہیں تھا ہاں البتہ آپ کی شریف آوری سے کچھ قبل اس بات کا چرچا ہونے لگا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا جن کا اسم گرامی محمد ہوگا ﷺ پھر قبائل عرب میں سے کچھ لوگوں نے اس امید و خواہش کے پیش نظر اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنا شروع کر دیا یا شاید قسم نبوت کا ناج ان میں سے کسی کے سر سجایا جائے لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ منصب رسالت سے کس کو نوازنا ہے پھر شہرت کی وجہ سے جن کا نام محمد ہو رکھ بھی دیا گیا تو انھیں اللہ تعالیٰ نے دعوے نبوت سے باز رکھا اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کو انھیں نبی کہنے سے باز رکھا اور کسی ایسے سب کے اکتدار سے بھی باز رکھا جس کی وجہ سے کوئی آپ کے بارے میں

مخلوک ہو۔ اور ان باتوں سے باز رکھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ کوئی آپ کا مد مقابل ہی نہ رہا اور نبی کلمات و کلمات آپ کے لئے قطعی و یقینی ہو گیا۔

امام ستاد فرماتے ہیں کہ آپ کے اسماء گرامی بہت زیادہ ہیں بعض نے کہا کہ ان کی تعداد ایک ہزار ہے لیکن اس میں اکثر اسماء گرامی ایسے افعال سے ماخوذ ہیں جن سے آپ ﷺ متصف ہیں ان ہزار اسماء مبارکہ میں سے کچھ مجموعہ "القول البدیع" میں جمع کیا اور ان کے نصف کے لگ بھگ بھی جمع نہیں کئے۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کثرت اسماء صسی کی حالات شان کی روشن دلیل ہے۔ اور آپ کی عظمت شان کے شرف اعلیٰ کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے اسماء حسنی سے شرف اور صفات علیا سے متصف فرمایا، جیسے کہ شفاء وغیرہ میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے اور میں کتابوں کے شیخ المشائخ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک رسالہ میں آپ کی پانچ صد اسماء گرامی جمع فرمائے ہیں میں نے اپنی حواصید کے مطابق ان میں سے عمدہ اچھے اور اعلیٰ لے لے کر ان کے نامائے اسماء مبارکہ پر اختصار کیا۔

آپ کی نظیر ناممکن ہے۔۔۔۔۔

هنا الحبيب لشله لا يولد والناور من وجاته يتولد جبريل نلدى لى منعمت حسنت
هنا ملحق الكون هنا احمد هنا ملحق الوجه هنا المصطفى هنا جميل الوصف هنا
المسند هنا جليل الثمت هنا المرتضى هنا كحل الطرف هنا الامجد هنا الذى
خلعت عليه ملا بس ونفاس نظيره لا يوجد

یہ ایسے یکا حبيب ہیں جن کی نظیر پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور ان کے رخسار نور کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام جگہ حسن میں نکلا اچھے۔ یہ حسین کائنات ہیں یہ احمد ﷺ پر پرکشش چہرے والے ہیں یہ مصطفیٰ (برگزیدہ) ہیں ﷺ یہ نہایت اچھی تعریف والے ہیں یہ کائنات کا بناء ہیں ﷺ یہ بڑی تعریف والے ہیں یہ بڑے پندیرہ ہیں (ﷺ) یہ سرگرم آنکھوں والے ہیں یہ بڑی عظمت والے ہیں۔ یہ وہ عظیم ہستی ہے جس میں عمدہ لباس و نفاس سے نوازا گیا۔ حق یہ ہے کہ آپ کی نظیر ہی ممکن نہیں۔ (ﷺ)

(بہ امتناع نظیر) علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحقیق التوثی" کا مطالعہ فرمائیں۔ اصل رسالہ ناری میں ہے اور اس کا ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری نے فرمایا آپ اسے کتبہ قادریہ جامعہ کھٹایے اندرون لہوری گیت لاہور سے منکوار کر دیں جس

سے آپ کی روح کو سرور اور ایمان میں جلاز تازی پیدا ہوگی کتاب کے اصل مسودہ کی نوک پلک سیدھی کرنے میں مترجم بھی علامہ موصوف کے ساتھ پنجاب لاہوری میں جاتا رہا۔ "القول البدیع" فی الصلوۃ علی النبی الشفیع، امام ستاد رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز اور باطل سوز کتاب ہے جس سے اور ہزاروں دوسرے میر آتے ہیں۔ لاطالی کتب خانہ متعل عام مسجد دروازہ ساکنات نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ صاحب ذوق اسے منکار کرنا شوق پورا کر سکتے ہیں نیز یہ کتب کتبہ "رضائے مصطفیٰ" سے بھی دستیاب ہیں۔

تاریخ پیدائش۔۔۔۔۔

امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں قیس بن خزیمہ اور ابن اشیم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش اصحاب قبل کے مشہور و معروف سال میں ہوئی اور امام بیہقی نے دلائل میں سید بن خلفہ کی حدیث نقل کی جو مخطوط میں سے تھی۔ نیز امام بیہقی اور ان کے استاد حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور استاد اور شارکو دونوں نے اسے بواسطہ حجاج بن محمد صحیح قرار دیا ہے اور حجاج بن محمد نے یوسف بن ابی اسحاق سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے سعید بن جبیر اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابن سعد نے عام الفیل کی بجائے یوم الفیل کا لفظ مروی ہے اور حاکم نے بھی بواسطہ حمید بن ریح اور حمید نے حجاج سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور کما لفظ یوم الفیل میں حمید مخطوط ہے اسی لئے انھوں نے ابن معین کی روایت کا تعاقب کیا ہے لیکن عام الفیل کے لفظ والی روایت محفوظ ہے۔ عام الفیل کی جگہ کسی اور لفظ (یوم الفیل) کے بتائی نہیں (عام الفیل کے دن کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے اس میں احتمال موجود ہے کہ آیا آپ ﷺ کی ولادت باحسان عام الفیل میں یوم الفیل ہی کو ہوئی یا کسی اور دن)

علامہ عبدالمعز فرماتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یوم سے مراد دن لیا جائے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہامی کو بیت اللہ کو روندنے سے روکا اور اس کے لانے والوں کو تباہ و برباد کر دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوم سے عام مراد (سال) ہو۔

امام ستاد فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ پہلے احتمال کی طرف مائل ہیں کیوں کہ کبھی یوم بول کر مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے جیسے یوم فتح اور یوم بدر سے حقیقت یوم ہے تو اب یوم الفیل کا لفظ عام الفیل سے خالص ہوگا۔ اور ابن حبان نے اپنی تاریخ کی ابتدا میں ایسی بات کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ کی پیدائش عام قبل کو اس دن

ہوئی جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنا نسل پر ہندوں کو اصحاب نسل پر مسلط کر دیا تھا اور امام تہمتی نے محمد بن جعبر بن مطعم کی مرسل روایت یوم کی بجائے لفظ عام سے بیان کی ہے اور اصحاب نسل کے معنی کو حکم بن حزام اور حوطب بن عبدالمزنی اور حسن بن ثابت نے پچھم خود دیکھا ہے اور ان تمام کی عمر ۳۰ سال ہوئی ہے اور ابراہیم بن الحضر کہتے ہیں کہ عام نسل یعنی سال بائیس والوں کے مناظر کعب پر حملہ کیا تھا میں آپ کی پیدائش کے بارے میں ہمارے اکابر میں سے کسی نے شک نہیں کیا اور جن لوگوں نے عام نسل میں آپ کی پیدائش پر اجماع نقل کیا ہے ان میں سے ابن قتیبہ ہیں اور پھر عیاض ہیں اور ابن دجیر نے کہا کہ آثار سلف اور سنن کی روشنی میں عام نسل پر ہی علماء کا اتفاق ہے اور ابن قیم نے بھی توافق کا قول کیا ہے تو اس کی معتد اور قابل احمد شخصیات یہی ہیں جن کی وجہ سے اس نے اتفاق کا قول کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ثابت ہے اور اس خلاف کی وجہ سے ہم سے اقوال ہیں ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کی پیدائش اصحاب نسل کے واقعہ کے چالیس سال بعد ہوئی ہے ابو ذکریا علانی کا قول ہے جسے ابن عساکر نے اپنی کتاب "الترجمۃ النبویہ" اپنی پہلی تاریخ سے لیا ہے یا آپ کی پیدائش واقعہ عام نسل کے تیس سال بعد ہوئی اسے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ عام نسل کے تیس سال بعد ہوئی اسے ابن عساکر نے شیبہ بن شیبہ کی روایت سے بیان کیا ہے یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ عام نسل کے پندرہ سال بعد ہوئی اسے ابن کعبی نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رخصی اللہ تعالیٰ غنم لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی معتد روایت وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی یا پھر آپ کی پیدائش واقعہ اصحاب نسل کے ایک ماہ بعد ہوئی اور یہ ابن عبدالمطلب سے مروی ہے یا دھڑ آپ کی پیدائش واقعہ نسل کے دس ماہ بعد ہوئی اسے بھی ابن عساکر نے بواسطہ عبدالرحمن ابن ابیرو روایت کیا ہے یا تیس دن کے بعد یا چالیس دن کے بعد امام ستادہ کی روایت ہے کہ عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بلاشواہ (نوشیروان) کے زمانے میں ہوئی اس کا کوئی ثبوت اور اصل نہیں۔

اور بعض نے تاریخ سے بے خبری اور تاواقی سے یہاں تک بے بنی بات کہہ ڈالی کہ آپ کی پیدائش کسری نوشیروان کے زمانہ میں کہیں ہوئے پر علماء کا اتفاق ہے اور اس میں علماء کا کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ زکریا فرماتے ہیں کہ یہ

بالکل جھوٹ اور باطل ہے، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام تہمتی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں بعض جلاء سے جو یہ معقول ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت نوشیروان بلاشواہ کے زمانہ میں ہوئی شیخ عبداللہ حافظ نے اسے باطل قرار دیا ہے اور پھر بعض صاحبین کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ سے ابو عبداللہ کی بات دریافت فرمائی تو آپ نے اس میں کھڑی حدیث کی تکذیب و ابطال میں ابو عبداللہ کو سچا قرار دیا اور حضور نے فرمایا کہ یہ ہرگز میری حدیث نہیں (کہ میں نوشیروان کے زمانہ میں پیدا ہوا)۔ اسے سائل! اگر تو یہ دریافت کرنا چاہے کہ انسان کی جہاں کی مٹی ہوئی ہے اس کا دفن بھی وہیں ہوتا ہے تو اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا دفن بھی مکہ مکرمہ ہی ہو کیوں کہ آپ کی تراب مبارک بھی مکہ سے لگی ہے۔

صاحب حوافر نے اس سوال کا جواب دیا (اللہ تعالیٰ ان کے حوافر سے ہمیں نوازے اور ان کی نوازشوں سے ہم پر مہربانی فرمائے کہ) نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت جب پانی موجزن ہوا تو اس نے جہاگ کو اوڑھ کر کناروں پر پھینک دیا تو آپ ﷺ کا جہاگ وہاں قرار پذیر ہوا۔ جہاں مدینہ منورہ میں آپ کا مزار پاک ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی بھی تحفے اور مدنی بھی کیوں کہ آپ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ تربت و مدینہ مدینہ منورہ میں زلزال اللہ عزوجل و تعظیما اور پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور مشہور یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ربیع الاول شریف میں ہوئی اور جبور علماء کا قول بھی یہی ہے اور ابن جوزی نے اسی قول پر علماء کا اتفاق نقل کیا مگر اتفاق والی بات محل نظر ہے کیوں کہ بعض نے کہا کہ آپ کی پیدائش صفر میں ہوئی اور بعض نے کہا کہ ربیع الاخر میں ہوئی اور بعض نے رجب کو آپ کی پیدائش کا مہینہ قرار دیا ہے مگر ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں اور بعض نے کہا کہ آپ کی پیدائش کا مہینہ رمضان المبارک ہے اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک غیر صحیح سند سے مروی ہے اور یہ اس قول کے موافق ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ایام تشریق حکم ہمارے میں تشریف لائے اور آپ کی پیدائش کے بارے میں عجیب و غریب تر قول یہ ہے کہ آپ عائشہؓ و سوس محرم کو پیدا ہوئے پھر اسی طرح مہینہ کے دن میں اختلاف ہے کہ آپ کون سے دن پیدا ہوئے بعض نے کہا کہ ربیع الاول شریف اور پھر کا ہی دن تھا لیکن تاریخ معلوم نہیں اور جبور کا قول ہے کہ دن مہینہ ہے بعض نے کہا ہے کہ ربیع الاول کی دو

تاریخ تھی اور بعض نے کہا کہ آٹھ تاریخ تھی اور شیخ قطب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اسی روایت کو اختیار کیا اور یہ ابن عباس اور جابر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے اور یہی اکثر ان لوگوں کا قول ہے جنہیں اس بارے میں کچھ معرفت حاصل ہے اور حیدری اور اس کے شیخ ابن حزم کا بھی یہی قول ہے اور قسطلانی نے عیون المعارف میں اسی پر علم بیت والوں کا اتباع نقل کیا ہے اور بعض نے دس ربیع الاول کا قول کیا ہے اور بعض نے بارہ ربیع الاول شریف اور اعلیٰ مکہ اس پر متفق ہیں کیوں کہ بارہ ربیع الاول شریف کو ہی اعلیٰ مکہ آپ کی جائے ولادت کی زیارت سے شرف ہوتے ہیں۔

بعض نے سترہ اور بعض نے بائیس ربیع الاول شریف کا قول کیا ہے اور مشہور یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۳ بارہ ربیع الاول شریف بروز پیر ہوئی اور یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے اور اسی طرح پیدائش کے دن میں بھی مختلف روایات ہیں اور مشہور یہی ہے کہ آپ پیر کے دن جلوہ افروز ہوئے۔

ابوقادہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت سے سرفراز کیا گیا (یہ امام مسلم سے مروی ہے) اور آپ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی پیدائش دن کے وقت ہوئی۔

اور مسند میں ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن بھی پیر ہے اور پشت کا دن بھی پیر ہی ہے اور پیر کے دن ہی آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں تشریف آوری بھی پیر ہی کو ہوئی۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو نبوت کا معاملہ بھی پیر ہی کو آپ نے طے فرمایا۔

جس سنانی گھڑی چکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں غلام
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

اور علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ مکہ بھی پیر کے دن فتح ہوا اور سورہ مائدہ کے اس آیت کا نزول ہوا جس آیت مبارکہ پر مشتمل ہے اليوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام فیما (پ ۶) رکوع ۳۰ آیت ۳) میں پیر ہی کو ہوا اور یہ نزول کے لحاظ سے آخری سورت ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے دلائل میں ذکر کیا کہ آپ طلوع فجر کے وقت جلوہ افروز ہوئے اور بعض نے کہا ہے کہ رات کے وقت۔
اور زکشی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت دن کے وقت ہی ہوئی۔ اور میں کہتا ہوں کہ علامہ قسطلانی نے اس سلسلہ میں بڑی عجیب تر بات فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات کو تین وجہ سے لیلۃ القدر سے افضل قرار دیا ہے اور کہا کہ مطلق کو متقدم نہیں کہا جاسکتا حالانکہ شب قدر کی افضلیت اس میں عبادت کرنے کی وجہ سے ہے لیکن شب قدر کی افضلیت شدت نص قرآنی کی وجہ سے ہے کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر کہ شب قدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت کی یہ افضلیت اسباب و سنت اور علماء ائمہ میں کسی کے قول سے معلوم نہیں ہوئی (یاد رہے کہ یہ کلام اس صورت میں ہے جو رات آپ کی ولادت کے علاوہ سال بہ سال آتی ہے) زہی وہ خاص رات مبارک جو گذر چکی ہے اور جس میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ ہزار ماہ سے بہتر ہے کیوں کہ شب قدر کو یہ فضیلت و برکت اسی بابرکت رات کی وجہ سے حاصل ہوئی)

شب ولادت میں سب مسلمان نہ کیوں کریں مال و جان قربان
پارلے اچھے سخت کافر خوشی میں جب فیض پارے ہیں
(حکیم الامت بکھروانی)

اور ابن وجہ کا اس قول کو کہ آپ کی ولادت کے وقت ستارے زمین پر گرتے تھے اس لئے صغیف قرار دینا کہ آپ کی ولادت دن کے وقت ہوئی (اور دن کے وقت ستارے نہیں ہوتے صحیح نہیں کیوں کہ ستاروں کا گزرتا ہوا جلوہ تھا لہذا اس میں دن اور رات کی کوئی تخصیص نہیں چاہیے ولادت باسعادت دن کے وقت ہو یا رات کے وقت اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا نیز علاوہ ازیں آپ کی ولادت طلوع فجر کے بعد ہوئی اور ستاروں کا اس وقت رات کی طرح غلبہ ہوتا ہے یا یہ جواب دیا جائے گا کہ جس رات کی صبح کو آپ کی ولادت ہوئی تھی اس رات کو ستاروں کا گزرتا آپ کی پیدائش کے قرب و نزدیکی کے اعتبار کے لئے تھا کیوں کہ جسے کچھ کا قرب حاصل ہوا اسے اسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آپ کی مدت حمل میں بھی اختلاف ہے بعض نے نو بعض نے دس، بعض نے سات اور بعض نے چھ ماہ کا قول کیا ہے۔

قسطلانی فرماتے ہیں کہ آپ کی پیدائش محمد بن یوسف کے گھر میں ہوئی جو حجاب

بن یوسف کا بھائی تھا۔ اور بعض نے شعب اور بعض نے روم کو آپ کی جائے ولادت قرار دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کی پیدائش شام میں ہوئی۔ اور ہمارے شیخ ابن حجر کی فرمائے ہیں کہ صحیح اور درست یہی ہے کہ آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی ہے اور اب مشہور بھی یہی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت اس لئے 'حرم' رجب اور رمضان میں نہیں ہوئی تاکہ آپ کو زمانے کی وجہ سے معزز و شرف نہ سمجھا جائے بلکہ زمانے کو آپ سے عزت ملی جیسے مکان کو مکین کی وجہ سے شرف حاصل ہوتا ہے قسطلانی فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت یہ صدا گونجنے لگی کہ کون ہے جو اس درخشاں کفایت کرے گا جس کی قیمت ہی چٹائی نہیں جاسکتی تو پرے پرے پکار اٹھے کہ ہم ان کی خدمت عظمیٰ کو تہنیت سمجھیں گے اور وحشیوں نے کہا کہ ہم آپ کی کفایت کے زیادہ حقدار ہیں تاکہ اس کی کفایت کی برکت سے ہم آپ کی شرف و تقسیم کا فریضہ بجا لاسکیں اور زبان قدرت پکار اٹھی کہ اے تمام مخلوقات ستو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتہ قدیرہ میں ثابت کر دیا ہے کہ اس کے نبی کریم ﷺ حضرت علیہ السلام کی رضاعت میں ہوں گے جو علم و بردباری کا مجسمہ ہیں۔ ابن اسحاق، ابن راعیہ ابولہی، طبرانی، بیہقی اور ابو یوسف نے بیان کیا ہے۔ حضرت علیہ السلام سے روایت کیا۔ کہ میں فقہ والے سال میں بنی سعد بن بکر کی عرواق کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے بچوں کی تلاش میں مکہ میں آئی۔

اور میرے پاس اپنا بچہ بھی تھا اور ساتھ ایک غریبہ اونٹنی بھی جس سے قلعہ بحر دودھ بھی نہیں رستا تھا اور بچے کی بھوک کے ڈر کی وجہ سے ہم رات کو سکون سے نہ سوتے اور میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہیں تھا جو اس بچے کے لئے کافی ہوتا اور نہ ہی ہماری اونٹنی شیر داتی تھی جس سے بچے کی غذا میسر ہوتی تو اسی بچے کی کسی اور بے بسی کی حالت میں ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے اس کے سپرد نہ کیا گیا ہو لیکن جب یہ کہا گیا کہ وہ درخشاں ہے تو وہ آپ کو لینے سے انکار کر دیتی خدا کی قسم میرے سوا میری باقی تمام شیلیوں نے دودھ پلانے کے لئے بچہ میاں کر لیا اور مجھے جب آپ کے سوا کوئی بچہ نہ مل سکا تو میں نے غامیدی کے عالم میں اپنے غلام سے کہا کہ خدا کی قسم شیلیوں میں سے بچے کے بغیر واپس جانے کو میں اچھا نہیں سمجھتی بچے کی تلاش میں آئے والی عورتیں نہ اس درخت پر بھجوا آئی ہیں

میں تو اسے ضرور لے آؤں گی، تو میں اسے لینے کے لئے چل پڑی تو آپ اونٹ پر کھڑے میں لینے ہوئے تھے جو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھے جس سے کٹھوری کی منک آدھی تھی اس کے نیچے ہنبر ریشم کا کپڑا تھا جس پر آپ پیٹھ کے بل سوئے ہوئے خزانے کے رہے تھے۔ آپ کے حسن و جلال کی وجہ سے میرا دل شفقت سے بھر آیا اور میں نے ان کو نیکار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں نے قریب ہو کر ان کے پیٹے پر ہاتھ رکھا تو آپ جہنم بھرے انداز میں بیدار ہوئے اور اپنی جھلمل مہارک کھولیں اور نورانی نگاہ سے مجھ پر نظر ڈالی تو آپ کی آنکھوں سے نور نکل کر آسمان کی بلندیوں میں جاگزیں ہوا اور میری نظریں جہی رہ گئیں میں نے محبت بھرے انداز میں آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میں نے دایاں پستان انھیں پیش کیا آپ نے حسب فطرت دودھ نوش فرمایا پھر میں نے انھیں بائیں پستان کی طرف لٹایا تو آپ نے نوش فرمانے سے انکار فرمایا اس کے بعد آپ نے رضاعت کے زمانے میں کبھی بھی بائیں پستان سے دودھ نوش نہیں فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا تھا کہ آپ کا دوسرا بھائی سامع بنی بھی ہے اس لئے آپ کو عدل کی تاکید فرمادی حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ بھی دودھ پی کر میرے ہوئے اور آپ کے بھائی بھی میرے ہوئے۔

پھر میں انھیں اپنی حالت میں اپنی سواری کی طرف لے آئی اور پھر میرا غلام اپنی تحیف اور بوڑھی اونٹنی کی طرف چل پڑا تو ہم نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ وہ اونٹنی دودھ سے بھری پڑی تھی اور اس نے اونٹنی کو دودھ اس لئے اور میں دونوں نے اتنا دودھ چاکا کہ ہم قلم سر ہو گئے اور ہم نے ایک خوشحال ترین رات گزار دی۔ میرے غلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے علیہ السلام خاندانِ خدیجہ میری دانست کے مطابق تم ایک مہارک بچہ لائی ہو دیکھو درسا سو تو کسی، ہم نے اسے لاکر کتنی اچھی اور بابرکت رات گزار دی ہے اور اس کی برکت، اللہ تعالیٰ ہمیں مزید خیر و بھلائی سے نوازے گا تو طاہلوں کی روانگی کے وقت جب لوگوں نے آپ دوسرے کو رخصت کیا تو نبی ﷺ کی والدہ نے مجھے رخصت کیا پھر میں اپنی سواری پر سوار ہوئی اور عمرہ ﷺ کو میں نے اپنے سامنے رکھ لیا حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے سواریوں سے دیکھا تو اس نے غلام کعبہ کی طرف پھر کر تین بجے کے اور پھر اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی اور جو لوگ میرے ہم سفر تھے یہ ان کی سواریوں سے سبقت لے گئی لوگ میری سواری کی اس چال سے حیران رہ گئے دوسری عورتیں مجھ سے پیچھے رہ گئیں اور انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے ابو

دیکھتے تو ان کے ساتھ مکمل میں مشغول ہونے سے اجتناب فرماتے۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہیں جانے دیتی تھیں ایک دن انھیں خیال نہ رہا تو آپ دوسرے کے وقت اپنی رضائی بنیں شیماء کے ساتھ بکریوں کے بچوں کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت حلیمہ آپ کی تلاش کے لئے چل پڑیں اور آپ کو اپنی رضائی بنیں کے پاس پایا حضرت حلیمہ نے غصے سے شیماء کو کہا کہ کیا اس گرمی میں تو انھیں باہر لائی تو شیماء نے جواب دینے ہوئے کہا کہ میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی محسوس نہیں ہوتی میں نے تو بڑا عجیب منظر دیکھا ہے کہ بادل کی گلابی نے آپ پر سایہ رکھے رکھا جب آپ رکتے تو وہ بادل بھی رک جاتا اور جب آپ چلتے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا اور اسی حالت میں آپ یہاں پہنچے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم آپ کو دودھ پھونکا تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس لائے تو آپ کی جن برکات کا ہم نے مشاہدہ کیا تھا ان کی وجہ سے ہماری بڑی خواہش تھی کہ ہمارے پاس آپ کا مزید قیام ہو تو ہم نے آپ کی والدہ سے آپ کے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ انھیں مزید کچھ عرصہ ہمارے پاس رہنے دیں تو اچھا ہے ایک تو یہ مزید صحت مند ہو جائیں گے اور دوسرا مکہ میں چلتی ہوئی وہاں سے بھی محفوظ رہیں گے۔ تو آپ کی والدہ انھیں واپس بھیجے پھر رضامند ہو گئیں اور ہم انھیں واپس لے آئے۔ تو خدا کی قسم آپ کو واپس لانے کے دو یا تین ماہ بعد آپ کا رضائی بھائی جو ہمارے مکانات کی تعلیمی جانب اپنی کبریاں کے بچوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا دوڑا آیا اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا کہ وہ جو ہمارا قریشی بھائی ہے نا اس کے پاس دو سفید لباس والے آدمی آئے اور انھوں نے اسے پہلو کے بل لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر ڈالا، حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں اور اس کا والد تیزی سے ان کی طرف دوڑے آئے ہم نے آپ کو دیکھا آپ کا رنگ متحیر تھا تو رضائی والد نے آپ کو سینے سے لگایا اور پوچھا کہ اسے میرے بیٹے پر کیا ماجرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سفید لباس والے آدمی آئے تو انھوں نے مجھے پہلو کے بل لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پیچیک دیا اور پھر پیٹ اسی پہلی حالت میں کر دیا تو ہم ان کو کبریاں سے واپس لے آئے تو آپ کے رضائی والد نے کہا اے حلیمہ مجھے اپنے فتنے جبر کو گزند پہنچنے کا اندیشہ ہے تو میرے ساتھ چل اور ہمیں ان کے بارے میں کسی خوف و خطرہ کے اظہار سے پہلے گھر والوں کے

سپردہ کر دینا چاہئے حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہم انھیں اٹھا کر ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ ان کی والدہ کی کیا وجہ حلاکتہ تم دل و جان سے انھیں اپنے پاس رکھنے کی بڑی چاہت رکھتے تھے ہم نے کہا کہ ہمیں ان کے ضائع اور کوئی حادثہ رونما ہونے کا ڈر ہے تو حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ تمہیں جو معاملہ درپیش آیا اسے جج بیان کرو۔ انھوں نے ہمیں صبح صورت حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا تو حضرت آمنہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ان پر شیطانی اثر کا خدشہ لاحق ہوا۔ نبی اللہ کی قسم شیطان کو ان پر اثر انداز ہونے کی جرات نہیں اور یقین جانو کہ میرا یہ نور نظر بڑی شان والا ہوگا اور اس واقعہ سے تمہیں اس کی شان بتانا مقصود تھا اور آپ کا شوق صدر دوبارہ اس وقت ہوا جب جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں پہلی مرتبہ آپ کے پاس وحی لے کر آئے اور خیراتی مرتبہ آپ کا شوق صدر معراج کی رات ہوا اور جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی، بعض نے آپ کی پانچ سال، بعض نے چھ سال، بعض نے سات سال، بعض نے نو سال اور بعض نے بارہ سال اور دس دن بتائی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال انشاء اللہ میں ہوا اور ایام کے مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقام حجون میں شب الی طالب میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا اور قافسوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مدفن مکہ میں مقام وار ثابند میں ہے (ز) حجون وہ مقدس مقام ہے کہ جہاں حج کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق طم نبوی کا ڈا اور آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا (حرم حبشیہ)

اور ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور زہری اور عاصم بن عمرو بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی مضامین کے لحاظ سے بعض کی حدیث بعض دوسروں سے ملتی جلتی ہے ان تمام نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ کی عمر چھ سال کی تھی تو آپ کی والدہ مدینہ منورہ میں آپ کے فضیلت بنی عدی بن بنی نجار کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئیں اور آپ بھی والدہ کے ہمراہ تھے اور آپ کے ساتھ ام ایمن بھی تھی اور آپ کی والدہ آپ کو دار ثابند میں لے آئیں اور پھر انھوں نے ایک ام ایمن تک وہاں قیام کیا اور آپ بھی ان کے ساتھ ہی تھے آپ بھی ﷺ کے گھسے گھسے اپنے دہل ٹھہرنے کے واقعات کا تذکرہ فرماتے اور ایک مکان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مجھے میری والدہ یہاں لائی تھی اور بنی عدی بنی نجار کے لوگوں نے

نبوت سے پہچانتا ہوں جو آپ کے شانے کی ہڈی کے نیچے ہے اور شکل میں سیب سے ملتی جلتی ہے۔ ہم نے ان کے نشانات کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پایا ہے بخیرہ کو آپ کے بارے میں یہود سے اعتراف تھا اس کے پیش نظر اس نے ابو طالب سے آپ کو واپس لے جانے کو کہا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نیز اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کی شریف آوری کے وقت بادل نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

ان قال يوما ظلتہ غملتہ ہی فی الحقیقت تحت ظل القاتل

قاتل نے کہا کہ بادل نے ان پر سایہ کیا۔ دراصل یہ بادل قاتل کے سایہ کے نیچے تھا۔ (بخاری نے بھر تمام کائنات آپ ﷺ کے زیر سایہ ہے۔ (ترمذی))

ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہند ضعیف بیان کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ہم سفر تھے ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی اور نبی کریم ﷺ میں برس کے تھے اور وہ تجارت کے سلسلہ میں شام جاتے ہوئے ایک مقام میں ٹھہرے وہاں بیری کا ایک درخت تھا تو نبی ﷺ اس کے نیچے شریف فرما ہوئے۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (کچھ دریافت کرنے راہب کے پاس چلے گئے جس کا نام یحییٰ تھا تو راہب نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچان کر درخت کے سایے میں بیٹھنے والا کون ہے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب تو راہب نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نبی ہیں کیوں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد اس کے نیچے محمد ﷺ نے ہی بیٹھا تھا۔ راہب کی یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ثبت ہو گئی اور جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے ابو بکر نے آپ کی اتباع کی حافظ عسقلانی نے اصحاب میں ذکر کیا ہے کہ اگر مذکورہ واقعہ صحیح ہو تو ابو طالب کے ساتھ سفر کے بعد کسی اور سفر کا واقعہ ہے اور آپ کا تیسرا سفر وہ ہے جو آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلدہ بن اسد کے میسرہ نامی غلام کے ہمراہ ان کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے گئے تو جب آپ بھری کے بازار میں پہنچے (اس وقت سفر کے وقت آپ کی عمر پچیس برس تھی) تو آپ نے ایک درخت کے سایہ میں قیام فرمایا پھر نسطور نامی راہب نے کہا کہ اس درخت کے سایہ میں صرف نبی ہی بیٹھا ہے اور ایک روایت ایسی بھی ہے کہ حضرت یحییٰ کے بعد 'اور اس سفر میں میسرہ اس سفر کو دیکھ رہا تھا کہ دوپہر کے وقت سورج کی گرمی سے پچانے کے لئے دو درختے آپ پر سایہ کر رہے ہیں اور جب دوپہر

انتہائی حسن سلوک کا مظاہرہ کیا وہ وہاں کے باشندے یہودی تھے اور مجھے بار بار آتے جاتے بڑے غور سے دیکھتے ام ایمن کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے اور میں نے ان تمام کی باتیں یاد رکھیں پھر جب آپ کی والدہ آپ کو واپس مکہ لے جا رہی تھیں تو جب وہ مقام ابواء میں پہنچیں تو وفات پانچیں اور علامہ جلال الدین سیوطی کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین جنتی ہیں البتہ جمہور اس مسئلہ میں علامہ سیوطی کے ساتھ متفق نہیں۔ (بخاری) علامہ طبری قاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والدین کے نام نہ ہونے سے درج کر لیا تھا اور اس لفظ عقیدہ کی وجہ سے بارگاہ ایزدی سے صفائی مانگی تھی۔ الحمد للہ حنفی فلک مسئلہ ہذا کی مکمل تحقیق و تفصیل کے لئے کتاب "نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ مؤلف مولانا حافظ محمد علی لاہوری۔

کتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام کوثرانوار

ام ایمن آپ کی والدہ بھی تھیں اور آپ کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش بھی انھوں نے کی اور نبی علیہ السلام انھیں فرمایا کرتے کہ میری والدہ کی جگہ بھی تم ہی میری والدہ ہو آپ کے والدہ عبد المطلب جو آپ کے سر پرست بھی تھے کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی بعض نے کہا کہ تو سال بعض نے دس اور بعض نے چھ سال بھی کہا اور ایک روایت کے مطابق آپ کے والد کی عمر اس وقت ۵۰ (ایک سو دس سال) تھی اور ایک بعض نے کہا کہ ایک سو پانچ سال تھی اور آپ کی پرورش کی ذمہ داری ابو طالب نے سنبھالی اور ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور عبد المطلب نے اسے آپ کی پرورش کی وصیت کی تھی کیوں کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا اور جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مہارک بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اور جب بھری میں پہنچے تو بخیرہ راہب جس کا اصلی نام جبریس تھا 'نے آپ کو دیکھا اور آپ کے قوربت میں بیان کردہ اوصاف سے آپ کو پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہا کہ ہذا سید العالمین ہذا بعثت اللہ رحمت للعالمین (ترمذی) کہ یہ کائنات کا سردار ہے اور اسے اللہ رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ اور بخیرہ سے پہچان کیا کہ تمہیں یہ کس نے بتایا تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یقین کیجئے جب تم ان کے ہمراہ اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو یہاں کا کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو ان کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور شجرہ حجر بنی کے سامنے ہی سجدہ ریز ہوئے ہیں اور میں انھیں مر

کے وقت واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بالاخانے میں تھیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ اسے ابو فہیم نے روایت کیا ہے تو اس واقعہ کے دو ماہ اور بیس دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے شادی کر لی ایک روایت کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر اسی سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق تین سال اور دو چالیس میں بھی حضرت خدیجہ کو ظاہر (پاک و صاف) کے لقب سے پکارا جاتا اور پہلے آپ ابو حلالہ بن زرارہ حبشی کے عقد میں تھیں اس سے دو بیٹے ہند اور حلالہ پیدا ہوئے پھر عقیق بن عائذ مخزومی نے ان سے شادی کر لی اور اس سے بھی ہند نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی اور انھوں نے خود نبی علیہ السلام کو نکاح کی پیشکش کی تو آپ نے اس کا تذکرہ اسنے چاہا جس سے کیا اور ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ جاکر غیلہ بن امیہ سے شادی کا معاملہ طے کیا پھر حضرت خدیجہ کو پیام نکاح دے کر آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی اور میں اونٹ مر مقرر ہوا اور تعقیب نکاح میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور قبیلہ منصر کے سرکردہ افراد شریک ہوئے اور آپ کے چچا ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کا ترجمہ ہے۔

تمام خدیباں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد معہ قبیلہ اور ہجر کی شرافت عطا فرمائی ہے۔ اس نے ہمیں گھر کا بخانا اور اپنے حرم کا تنظیم بنایا، حج کرنے کے لئے ہمارے لئے گھرنایا اور حرم کو امن کا گوارا بنایا اور ہمیں لوگوں پر حکمران ٹھہرایا۔ پھر یاد رکھو کہ کسی شخص کا بھی میرے بھائی کے لئے کہ جس نے عبداللہ سے مواہد کرواؤں تو کوئی بھی اس کا ہمسرد ہم پہلے نہیں اگرچہ یہ مال و دولت میں کم ہے مگر مال ذوال ید اور اتنی جاتی چیز ہے اور محمد (ﷺ) کی رشتہ واری تم جانتے ہی ہو انھوں نے خدیجہ بن خویلد سے نکاح کیا اور اس کے مر مہرجل اور غیر مہرجل (مہرجل) میں میرے ذاتی مال سے اتنا خرچ کیا۔ خدا کی قسم اس کے بعد ان کے لئے خیر عظیم اور مرتبہ جلیل ہوگا تو اس طرح آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد نکاح کر لیا۔

زمانہ چالیسیت میں حضرت خدیجہ کا مقام.....

جب آپ اپنی عمر کے پندرہویں سال تک حج تو آئے وہاں سیلاب کی وجہ سے قریش

کو خانہ کعبہ کے گرنے کا خوف پیدا ہوا۔ انھوں نے سعد بن عاص کے غلام اقوام کو کعبہ معظمہ کی تعمیر نو کے لئے کہا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تعمیر کعبہ میں شریک تھے اور وہ بھی قریش کے ساتھ پھر اٹھا اٹھا کر لاتے۔ قریش اپنے تہ بند اپنے کندھوں پر والے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تو آپ نے بھی ایسا کرنا چاہا تو آپ کو لبط ہوا اور صاحب ناموس کی تصریح کے مطابق یعنی آپ گر پڑے اور نبی سے یہ آواز آنے لگی کہ اپنے ختام سڑ کا خیال رکھو۔ آپ کو غیب سے سنائی دینے والی یہ پہلی آواز تھی۔ ابو طالب یا عباس نے آپ کو کہا کہ اسے میرے پیچھے لے آؤ اور سر ڈھانپ لو تو آپ نے فرمایا مجھے کوئی تکلیف نہیں اور جو معاملہ درپیش آیا یہ عربی کی وجہ سے درپیش آیا۔

بہشت.....

جب آپ چالیس سال کے ہوئے یا چالیس سال چالیس دن کے یا چالیس سال دس دن کے یا چالیس سال دو ماہ کے تو سترھویں رمضان المبارک بروز پیر یا سات رمضان المبارک یا رمضان المبارک کی چونتیسویں رات اور ابن عبدالبر کی روایت کے مطابق آخر رجب الاول بروز بدھ واقعہ اسباب قبل کے آگاہیوں سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت اللعالمین اور تمام نجات کا رسول بنا کر بھیجا۔

ابن جریر اور ابن منذر وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لعد جانکم رسول من انفسکم کہ یقیناً تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول آیا ہے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تم میں سے ہی بھیجا دیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نبوت و کرامت سے نوازا ہے تم اس پر حسد نہ کرو۔ مومنوں کی تکلیف آپ پر شاق گذرتی ہے اور تم میرے جو گمراہ ہیں آپ شدت سے اللہ تعالیٰ سے ان کی روایت کے مستحق ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد عنین علیہم معصتم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا اس کا معنی مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکلیف آپ کو سخت ناگوار ہے اور آپ دل سے چاہتے ہیں کہ کافر مسلمان ہوں لہذا عنین علیہم معصتم کا حاصل یہ ہوگا کہ تمہاری تکلیف و مشقت آپ پر ناگوار ہے۔ تو آپ ہی کی برکت کی وجہ سے خطا و نسیان اور جبر پر تم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

اور تمہیں سابقہ امتوں کی ذمہ داریوں اور مشقتوں سے آزاد کر ڈالا۔ کیوں کہ

آپ آسان یکلا ملت اور پسندیدہ اور نہایت واضح طریقہ لے کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ عزیز کا تعلق بائبل قریب سے نہ ہو اور بائبل بعید سے اس کا تعلق ہو تو پھر عزیز کا لفظ رسول کی صفت ہوگا تو معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ معزز وجود والے ہیں۔ اور کامل بخشش والے عجب حسن و جمال اور بے نظیر بے مثال ہیں۔ یا عزیز کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہمارے ہاں مکرم و عزت والے ہیں تو اسے لوگوں تم بھی ان کی عزت و اکرام مدد اور تحکیم کرو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ **وَتَسْلُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ** و تم عزت و قوت خالصہ جمال تعزرو کی راء کے بجائے واہ آئی ہوئی ہے مذکورہ معنی کو منید ہے۔

یا عزیز کا معنی یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے تمام رسولوں پر غالب ہیں یا آپ کا دین ہر زمان و مکان کو شامل ہونے کی وجہ سے تمام ادیان پر غالب ہے۔ اس لئے آپ تمام رسولوں پر غالب ہیں یا اس لئے آپ غالب ہیں کہ جیسے آپ دوستوں پر مہمان ہیں ایسے ہی آپ دوستوں سے بدلہ لیتے ہیں تو اب علیہ ماعتم کا یہ معنی ہوگا کہ آپ ہماری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں اور ہماری مشقت آپ پر ناگوار گذرتی ہے۔ کیوں کہ آپ رحمت اللعالمین یعنی تمام کائنات کے لئے رحمت اور **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ** اور تمام مومنین کے لئے بحمد رافت ہیں **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ** تمام اللہ کے لئے

اور حوصی علیکم کا یہ معنی ہوگا کہ آپ ﷺ ہمارے ایمان لانے، ثابت قدم رہنے اور ہمارے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ہمیں ہیں تو اب بالومنین رؤف الرحیم کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ خصوصاً مومنین پر اجنبی رافت اور شفقت و راجبائی اور مہربانی و رحمت فرماتے ہیں۔

ابن حاتم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جزائیکل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور انھوں نے مجھے کہا اے محمد ﷺ کہ تمہارے رب نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہاری طرف یہ فرشتہ بھیجا ہے جو پہاڑوں کا تختہ ہے اور یہ آپ کا ہر حکم سامنے پر مامور ہے آپ چاہیں تو کفار پر پہاڑ گرا دے جائیں اور اگر آپ کی مرضی ہو تو ان پر پتھر برسا کر انھیں تباہ کر دیا جائے اور اگر آپ کی مرضی ہو تو انھیں زمین میں وضو دیا جائے بہر حال جیسے آپ کی رضا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) مجھے ان سے امید ہے شاید کہ ان کی اولاد سے کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہوئے حلقہ گوش اسلام ہو جائے تو ملک الجبال نے آپ کا یہ

شفقت بھرا جواب سن کر کہا کہ درحقیقت آپ ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہمیں تمہارے رب نے رؤف رحم کیا۔

ابن مردودہ بروایت ابو صالح خفی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اللّٰهَ وَحَمِیْنًا** اللہ رحیم ہے اور وہ رحیم کو ہی اپنی رحمت کا صدقاً بناتا ہے۔ ہم نے عرش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم میں سے ہر ایک اپنے باپ و اولاد پر رحیم ہے تو پھر ہم میں سے ہر ایک رحیم ہی ہوا پھر آپ کی کسی کی کیا خصوصیت ہوئی تو آپ نے فرمایا رحیم کا جو معبود ما مطلب تم نے سمجھا وہ مطلب نہیں بلکہ رحیم کا وہ مطلب ہے جو ارشاد خداوند سے معلوم ہو رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَمْتُمْ عَلَیْكُمْ بِالْعُنُوْبِیْنَ رؤف ورحیم تو حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ جو رحیم ہیں تو آپ کی رحمت کی عمومی حیثیت بھی ہے اور خصوصی حیثیت بھی اور ہماری رحمت کی محدود ہی خصوصی حیثیت ہے۔

جیسے کہ ایک صحیح حدیث میں مروی ہے کہ لا یومن احدکم حتی یحب لایخہ مہربانہ نفسہ (ترجمہ) کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں کہلا سکا جب تک کہ وہ اپنے لئے پسند کردہ چیز اپنے بھائی کے لئے پسند نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے۔

اَلرَّاحِمُوْنَ یُحِبُّہُمُ الرَّحْمٰنُ ارحموا من لی الارض یوحکم من لی السملہ (ترجمہ) رحم کرنے والوں پر رحمن بھی مہربان ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تو وہ ذات یتاکہ بلند آسمان اس کے فیض قدرت میں ہیں تم پر رحم فرمائے گی۔

ان توالو اگر کافر تم پر ایمان لانے سے منہ پھیر لیں یا تمام مخلوق آپ سے اور آپ کے پیروکاروں سے وصت کش ہو جائے تو آپ یہ فرما دیا کریں **حسبی اللہ** کہ اللہ میرے تمام امور کے لئے کافی ہے۔

لا الہ الا هو کہ رب کائنات کے سوا اور کوئی رب نہیں اس لئے علیہ توکلت نیز اسی پر بھروسہ ہے اور وہی میرا سارا ہے۔

وہو رب العرش العظیم عظیم کا لفظ یہ عرش کی صفت ہے یا رب کے عرش کی صفت ہے تو معنی یہ ہوگا کہ عرش اتنے بڑے جسم والا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے۔

منقول ہے کہ سات زمینیں آسمان دنیا (پہلے آسمان) کے پہلو میں الٹی ہیں جیسے ایک وسیع تر میدان میں ایک چھوٹا سا گڑھا۔ ایسے ہی ایک آسمان کا دوسرے سے یہی تناسب ہے (یعنی ہر نیچے والا آسمان اوپر والے آسمان کے ساتھ یہی مناسبت رکھتا ہے) جو ایک چھوٹے سے کڑھے کی وسیع تر بنیاد کے ساتھ اور زمینوں اور آسمانوں کی اتنی وسعت کے باوجود حدیث قدسی میں مروی ہے کہ (زمینوں و آسمانوں کی وسعت میں بھی میری گنجائش نہیں البتہ عبد مومن کے دل میں گنجائش ہے)

ابوداؤد نے ابو درداء سے موقوفاً اور ابن سنی نے ان سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو آدمی صبح و شام سات مرتبہ

حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وهو رب العرش العظيم (پارہ نمبر ۱۷ رکوع نمبر ۵، آیت نمبر ۳۹)

پڑھ لے تو اسے دنیا و آخرت کے غم سے نجات حاصل ہو جائے گی۔
ابن ابی شیبہ اور علاءہ ازہیں دوسرے بکثرت راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
لقد جئکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما نعتم حرص علیکم بالمؤمنین وبنوف رحمہم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وهو رب العرش العظيم (پارہ نمبر ۱۷ رکوع ۵، آیت نمبر ۳۹)

یہ آخری آیت مبارکہ ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ پس اسی پر معاملہ ختم کیا جس سے شروع کیا اور وہ ہے۔ لا الہ الا ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليہ انه لا الہ الا انا للعلیون (پارہ نمبر ۱۷ رکوع نمبر ۲، آیت نمبر ۳۵)

(ترجمہ) ”اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی کو پوجو۔“

پس ہم اس امید کے پیش نظر اپنی کتاب کو ان کلمات پر ختم کرتے ہیں جن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ پر اپنی کتاب مبین کے نزول کو ختم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ پائیز فرمائے نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم سے ہمیں بلند و بالا مقام تک پہنچائے اور اپنی توفیق سے ان عظیم شخصیات کی رفاقت نصیب کرے جن کے بارے میں فرمایا

انعم اللہ علیہم من النبین والصلحین والشہداء والصلحین (الایہ) والحمد للہ
اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا وحینا و تلینا۔ وصلى اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ
وصحبہ وسلم تسلیما

کلمہ کفر محمد (ﷺ) غیب کیا جائیں

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے..... یحلفون باللہ ماقلو ولقد قلوا کلمہ الکفر
وکفروا بعد اسلامہم (پ ۱۰ سورہ التوبہ)

”خدا کی قسم کہ تمہارے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ ہے شک وہ یہ کفر کا پل بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔“

ابن جریر اور طبرانی اور ابوالشیخ و ابن مریہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک بیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا عترتِ ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کفری آنکھوں والا سامنے سے گزرا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا تو اور تیرے رشتے کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولے ہیں وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر تھیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے بے آہستہ آداری کہ خدا کی قسم کہ تمہارے نبی کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمان کا مدعی کر دے بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے اور فرماتا ہے :

ولئن سلطتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اللہ وابتہ ورسولہ کنتم
تستہزون لا تعتنون! قد کفرتم بعد اسلامکم (پ ۱۰ سورہ التوبہ)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، ہاں نہ، تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

